جلد ۱ | ۲۸ ماہ امان ۱۳۳۱ ہش ۔ بمطابق ۲۸ مارچ ۱۹۵۲ء | نمبر ۴

طلبِ رضائے باری

ازسیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

میری نہیں زبان جو اُس کی زبان نہیں
ہے دل میں عشق پر مرے مُنہ میں زبان نہیں
فرقت میں تیری حالِ دلِ زار کیا کہیں
قرباں ہوں زخمِ دل پہ کہ سب حال کہہ دیا
کیوں چھوڑتا ہے دِل مجھے اُس کی تلاش ہیں
مطلوب ہے فقط مجھے خوشنودیٔ مزاج
جلوہ ہے ذرہ ذرہ میں دلبر کے حُسن کا
مشتاق ہے جہاں کہ سُنے معرفت کی بات
یارب تری مدد ہو تو اصلاحِ خلق ہو
کھویا گیا خود آپ کِسی کی تلاش میں
اُے دوست تیرا عشق ہی کچھ خام ہو تو ہو

میرا نہیں وہ دل کہ جو اُس کا مکان نہیں
نالے نہیں ہیں آہیں نہیں ہیں فغاں نہیں
وہ آگ لگ رہی ہے کہ جس میں دھواں نہیں
شکوہ کا حرف کوئی مگر درمیاں نہیں
آوارگی سے فائدہ کیا۔ وہ کہاں نہیں
امید حور و خواہشِ باغِ جناں نہیں
سارے مکاں اُسی کے ہیں وہ لامکاں نہیں
لیکن حیا و شرم سے چلتی زباں نہیں
اُٹھنے کا ورنہ مجھ سے یہ بارِ گراں نہیں
کچھ بھی خبر نہیں کہ کہاں ہوں کہاں نہیں
یہ تو نہیں کہ یار ترا مہرباں نہیں

ایماں جس کے ساتھ نہ ہو قوتِ عمل!
کشتی ہے جس کے ساتھ کوئی بادباں نہیں

بھائی عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر دارالمسیح قادیان سے شائع کیا۔

گورنر صاحب مغربی بنگال سے احمدیہ وفد کی ملاقات

(بدر کے نامہ نگار کے قلم سے)

۱۷ مارچ کو ہز ایکسیلنسی ڈاکٹر ایچ سی مکرجی گورنر بنگال سٹیٹ کرسچن بیرنگ کالج بٹالہ میں ایک ہال کی بنیاد رکھنے کے لئے تشریف لائے۔ جناب ملک صلاح الدین صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ چوہدری مظفر الدین صاحب بی۔ اے بنگالی، مکرم مرزا برکت علی صاحب آف بادان۔ مولوی محمد علی صاحب بنگالی متعلم جامعۃ المبشرین اور ولی احمد صاحب بنگالی بٹالہ پہنچے۔ اس موقعہ پر ہز ایکسیلنسی نے اپنی تقریر میں ہمارے دوستوں کو دیکھ کر اس امر کا ذکر فرمایا کہ عیسائی قوم جو ہندوستان میں مساعی کر رہی ہے۔ اس سے لوگوں کو عیسائی بنانا مقصود نہیں جیسا کہ اس کالج کے حالات سے ظاہر ہے کہ صرف چار فی صدی عیسائی طلباء اس میں تعلیم پاتے ہیں۔ اور ۹۶ فی صدی غیر عیسائی ہیں ہمارا مقصد رواداری پیدا کرنا ہے۔ تا ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ مسلمان پھر واپس آکر اپنے گھروں میں آباد ہو جائیں۔

گو ہز ایکسیلنسی کا پروگرام بنا ہوا تھا اور اس میں کسی قسم کی گنجائش نہ تھی۔ لیکن ہمارے وفد کی درخواستِ ملاقات پر جناب جیت سنگھ صاحب پرنسپل بیرنگ کالج نے توجہ فرمائی۔ اور ہز ایکسیلنسی نے پرنسپل صاحب کی کوٹھی پر شرف ملاقات بخشا۔ آپ نے دیکھتے ہی چوہدری مظفر الدین صاحب کو پہچان لیا۔ کیونکہ آپ نے ایک بار یوم پیشوایانِ مذاہب کی تقریب پر چوہدری صاحب کی موجودگی میں صدارت کی تھی۔ آپ ہمارے حالات سن کر بہت خوش ہوئے۔ ہم نے ان سے بنگال کی جماعتوں کا ذکر کیا۔ اور بتایا کہ سارے ہندوستان میں ہمارے مبلغ کام کر رہے ہیں وغیرہ۔ آپ نے ہماری طرف سے پیش کردہ تبلیغی لٹریچر بھی قبول کیا۔ اور معذرت کی کہ ۳۰ مارچ کو ہونے والے جلسہ پیشوایانِ مذاہب میں شرکت نہ کر سکیں گے۔ اور اس کے لئے خوشی پیغام بھجوانے کا وعدہ فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اگر مجھے قادیان کے قرب کا علم ہوتا تو موجودہ پروگرام میں اس کے دیکھنے کو شامل کر لیتا۔ آئندہ اگر ادھر آنے کا موقعہ ملا تو قادیان بھی آؤں گا۔

ٹرینڈ استادوں کی ضرورت

نظارت ہذا کو مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کیلئے ٹرینڈ استادوں کی ضرورت ہے۔ مدرسہ فی الحال پانچویں جماعت تک ہے۔ اور اپریل ۱۹۵۲ء میں چھٹی جماعت کی پڑھائی بھی شروع ہو جائیگی۔ اور اسی طرح آئندہ سال ساتویں جماعت کی۔ درخواستیں مقامی امیر یا پریذیڈنٹ کی تصدیق کے ساتھ آنی چاہئیں۔ اور ان کے ساتھ کوالیفیکیشنز اور تجربہ سابقہ کا مفصل ذکر ہونا چاہیئے پنشنر استاد بھی درخواست دے سکتے ہیں۔ مگر ساتھ پنشن۔ تاریخ پنشن اور عمر۔ ملازمت کی وضاحت ضروری ہے۔ درخواستیں ذیل کے پتہ پر بھجوائیں۔

ناظر تعلیم و تربیت قادیان ضلع گورداسپور

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی صحت کے متعلق اطلاع

ناصر آباد (سندھ پاکستان) ۱۹ ماہ مارچ کی اطلاع مظہر ہے کہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالے بنصرہ العزیز کی طبیعت اللہ تعالے کے فضل سے اچھی ہے۔

الحمد للہ۔

بدر کا چوتھا پرچہ

احباب کے ہاتھوں میں ہے جن مالی مشکلات اور ناموافق حالات میں بدر کا اجراء ہوا ہے کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مگر جس اشتیاق اور گرمجوشی کے ساتھ احباب نے اس کا خیر مقدم کیا ہے ہمارے لئے نہایت خوش کن اور حوصلہ افزا ہے پس جن احباب نے ابھی تک اپنی باقاعدہ خریداری کی اطلاع نہیں دی مہربانی فرما کر جلد مطلع فرمائیں۔ نیز اپنی جماعت اور حلقہ میں اس کی توسیع اشاعت کی پوری کوشش فرمائیں۔ (مینجر)

ترسیل زر و جملہ خط و کتابت بنام مینجر کریں۔

قادیان اور ماہ رمضان کے مبارک ایام

احباب کرام کو معلوم ہوگا کہ ماہ رمضان کے مبارک ایام میں احباب زیادہ سے زیادہ تعداد میں قادیان میں تشریف لاکر اپنی روحانی پیاس بجھاتے اور علمی فوائد حاصل کرتے تھے۔ پہلے تو یہ سلسلہ بند رہا۔ مگر اب حالات درست ہوگئے ہیں۔ اور ہندوستان کے ہر حصہ سے قادیان کا سفر بسہولت اختیار کیا جا سکتا ہے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالے بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۱ء پر جو پیغام ارسال فرمایا تھا اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"جلسہ سالانہ میں تو اب آپ لوگ آنے شروع ہو ہی گئے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ بھی قادیان آتے رہیں تا مرکز سے آپ کے تعلقات زیادہ سے زیادہ مضبوط ہوں۔ اور آپ لوگوں کے آنے سے مرکز والوں کا حوصلہ بلند رہے۔ اور مرکز کے لوگوں کے ساتھ ملنے سے آپ کے ایمان میں تازگی ہو۔"

اسی طرح سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالے بنصرہ العزیز نے سیلون کے لئے جو پیغام بھجوایا ہے اس میں بھی ارشاد فرمایا ہے کہ:-

"اپنے مرکز کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرو۔ اور ایسا کبھی نہ ہونے دو کہ تمہیں قادیان آنے کی فرصت حاصل ہو اور تم اس سے فائدہ نہ اٹھاؤ۔"

اس لئے احباب سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ امسال ماہ رمضان میں جو ۲۶ مئی کو شروع ہو رہا ہے قادیان کی بستی میں جسے اللہ تعالے نے اس زمانے کے لئے خاص طور پر بابرکت کیا ہے آئیں اور فائدہ اٹھائیں۔ ان دنوں میں سارے قرآن مجید کا درس اور حدیث شریف اور کتب سلسلہ کا درس ہوگا۔ علاوہ ازیں احباب کو قادیان کی مقدس سرزمین میں باجماعت تراویح۔ باجماعت نوافل مسجد مبارک۔ مسجد اقصےٰ۔ بیت الدعاء اور بہشتی مقبرہ میں دعاؤں۔ اعتکاف نیز عید سعید پڑھنے کا موقعہ مل سکے گا اگر دوست کافی تعداد میں تشریف لاسکے تو ان کی تعلیمی ترقی کے لئے مزید پروگرام بھی بنایا جا سکے گا۔ فقط والسلام

ناظر تعلیم و تربیت قادیان۔

قادیان ۲۲ مارچ۔ جناب شیخ عبد الحمید صاحب عاجز بی۔ اے ناظر بیت المال سلسلہ کے ضروری کام [illegible] کے لئے بعد دوپہر کی گاڑی سے دہلی تشریف لے گئے مکرم عبد اللہ [illegible] عرصہ سے بیمار ہیں اب تقاہت اور مرض زیادہ ہوگیا ہے اور وہ علاج کے لئے سپتال سے قادیان واپس آ گئے ہیں احباب خاص طور پر انکی صحت کیلئے دعا فرمائیں۔

مورخہ ۳۰ مارچ کو جلسہ پیشوایانِ مذاہب ہر جماعت میں پورے اہتمام سے منایا جائے۔ (ناظر دعوۃ و تبلیغ)

خطبہ جمعہ

جو شخص خدا تعالیٰ کے گمراہ بندے کو بچائیگا اُس پر وُہ اس قدر انعام نازل فرمائیگا

کہ

انسانی عقل اس کا اندازہ نہیں لگا سکتی

تمہارا فرض ہے کہ اپنے اندر بیداری پیدا کرو، تبلیغ کرو اور جماعت کو وسیع کرتے چلے جاؤ

از سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۲۹ / فروری ۱۹۵۲ء بمقام بشیر آباد سٹیٹ سندھ

مرتبہ:۔ مولوی سلطان احمد صاحب پیرکوٹی

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا

ان علاقوں میں قریباً قریباً

زمیندار طبقہ

ہی آکر بسا ہے باقی ملکوں کی آبادی اور اصول پر ہوتی ہے۔ یہاں کی آبادی اور اصول پر ہے۔ مثلاً پہلے جب کسی ملک کے لشکر باہر جاتے تھے تو ان کے ساتھ علاقہ کے بعض دھوبی۔ ترکھان۔ لوہار اور دوسرے پیشہ ور بھی چل پڑتے تھے۔ تا وہ فوج کی ضرورتوں کو پورا کرتے جائیں۔ پھر بعض علاقے زرعی ضرورتوں کے لحاظ سے بھی بڑھتے ہیں۔ سارا زور زمینداروں پر پڑ جاتا ہے۔ اور

باقی شاخیں

نظرانداز ہو جاتی ہیں۔ یہ علاقہ زمیندارہ لحاظ سے آباد ہؤا ہے۔ یہاں اکثر زمیندار آکر آباد ہوئے ہیں۔ باقی پیشوں کے لوگ بہت کم آئے ہیں۔ ان زمینداروں کی ضرورتوں کو وہ تھوڑے سے لوگ جو ان کے ساتھ آگئے ہیں یا یہاں کے مقامی لوگ پورا کرتے ہیں۔ ہر پیشہ ور اپنی ضرورتوں کو سمجھنے کے قابل ہوتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی معاملہ ڈاکٹری کے ساتھ تعلق رکھتا ہے تو ڈاکٹر ہی اُسے زیادہ اچھی طرح سمجھتا ہے۔ اور اگر کوئی معاملہ

زراعت کے ساتھ تعلق

رکھتا ہے تو اسے زمیندار ہی زیادہ اچھی طرح سمجھتا ہے۔ ہر زمیندار جانتا ہے کہ جہاں کہیں کوئی بیج پڑتا ہے وہ اپنے آپ کو بڑھانے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر کوئی غیر جنس کا یا ناقص قسم کا پودا کھیت میں نکل آتا ہے تو پھر سالہا سال تک اس کی مصیبت زمیندار کے گلے پڑی رہتی ہے۔ اسے بار بار ہل چلانے پڑتے ہیں۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ اس غیر جنس کو ضائع کر دے۔ مثلاً دب اگ آتی ہے تو پھر زمیندار

سالہا سال کی محنت

کے بعد اسے صاف کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ اور کامیاب نہیں ہوتا۔ تو بسا اوقات اسے وہ زمین چھوڑنی پڑتی ہے۔ اور وہ زمین کسی کام کی نہیں رہتی۔ اسی طرح بعض دفعہ ایسے دانے جو خوراک کے کام نہیں آتے کھیت میں اُگ آتے ہیں۔ اور پھر ترقی کرتے کرتے فصل کو تباہ کر دیتے ہیں۔ کوئی زمین اگر افتادہ پڑی رہتی ہے۔ تو اس میں جھاڑیاں بیریاں پھیلا ہیاں اور ڈیلوں کے درخت اُگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور سو دو سو سال کے بعد اگر کوئی نسل اُسے آباد کرتی ہے تو اسے وہ زمین اس طرح آباد کرنی پڑتی ہے جس طرح ہزاروں سال قبل ہمارے آباؤ اجداد کو کرنی پڑی تھی۔ اس سے ہر زمیندار سمجھ سکتا ہے۔ کہ کسی چیز کی طاقت اور

زندگی کی علامت

یہ ہے کہ وہ آپ ہی آپ بڑھتی چلی جائے۔ دوسرے پیشہ والوں کے سامنے یہ نظارہ بہت کم آتا ہے۔ ایک تاجر جتنا آٹا خرید کرتا ہے۔ وہ بڑھتا نہیں وہ جتنا کپڑا خرید کر لاتا ہے۔ وہ اتنا ہی رہتا ہے۔ جتنا وہ خرید کر لاتا ہے۔ وہ بڑھتا نہیں۔ لیکن زمیندار کی ہر چیز بڑھتی ہے۔ وہ کپاس کے بنولے خرید کر لاتا ہے۔ تو وہ بھی بڑھتے ہیں۔ وہ دانے خرید کر لاتا ہے۔ تو وہ بھی بڑھتے ہیں۔ اور جہاں اس کا دخل نہیں ہوتا۔ وہاں بعض ایسی چیزیں اگ آتی ہیں جو قدرتی طور پر بڑھتی چلی جاتی ہیں۔

پس یہ زندگی کی علامت جتنی زمیندار کے سامنے آتی ہے۔ اتنی اور کسی پیشہ ور کے سامنے نہیں آتی۔ وہ دیکھتا ہے کہ کس طرح

قانونِ قدرت کے ماتحت

ایک طاقت رکھنے والی چیز اپنے آپ کو بڑھانے پر مجبور ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے بھی اگر ایک زمیندار اپنے فرائض کے اہم حصہ یعنی تبلیغ میں سستی اور غفلت کرتا ہے۔ تو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک دوسرے پیشہ وروں سے زیادہ مجرم ہے۔ شاید ایک تاجر جب

خدا تعالیٰ کے سامنے

پیش ہو کہ وہ کہ مجھے تو یہ خیال ہی نہیں آیا۔ کہ تبلیغ کی جائے۔ اور جماعت کو بڑھایا جائے۔ ممکن ہے۔ کہ اگر خدا تعالیٰ ایک بڑھئی لوہار یا ملہا کو پکڑے تو وہ کہے۔ اے خدا میرے تو ذہن میں بھی یہ بات نہیں آئی۔ کہ تبلیغ ضروری چیز ہے۔ لیکن جب ایک زمیندار کو پکڑا جائے گا۔ تو وہ خدا تعالیٰ کو کیا جواب دیگا۔ اس کے تو دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے نیچے اور اوپر

خدا تعالیٰ کا یہ قانون

جاری تھا کہ ہر طاقت والی چیز بڑھتی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کا یہ قانون جاری نہ ہوتا۔ تو وہ کمائی کیسے کر سکتا۔ اگر ہر چیز آپ ہی آپ نہ بڑھتی چلی جاتی تو وہ روٹی کہاں سے کھاتا۔ اگر خدا تعالیٰ کا یہ قانون جاری نہ ہوتا کہ ایک بنولے سے سو بنولہ ہو جاتا ہے۔ اور روئی مفت کی آجاتی ہے۔ تو وہ اپنا خرچ کہاں سے چلاتا۔ خدا تعالیٰ نے یہ قانون بنا دیا ہے کہ سچی زندگی کی علامت یہ ہے کہ وہ بڑھے

ایک زمیندار

دیکھتا ہے کہ ہر چیز جو وہ لیتا ہے بڑھتی ہے۔ اس نے بکریاں رکھی ہوئی ہیں۔ وہ بھی بڑھتی ہیں۔ اس نے بھینسیں رکھی ہوئی ہیں وہ بھی بڑھتی ہیں۔ اس نے مرغیاں پالی ہوئی ہیں۔ وہ بھی بڑھتی ہیں۔ باقی لوگوں کے سامنے تو اپنے اور بیوی بچوں کے بڑھنے کا نظارہ ہوتا ہے۔ لیکن زمیندار کی ہر چیز بڑھ رہی ہوتی ہے۔ اس کا کپاس کا دانہ بھی بڑھ رہا ہوتا ہے۔ اس کا چنے کا دانہ بھی بڑھ رہا ہوتا ہے۔ اس کا بنولہ بھی بڑھ رہا ہوتا ہے۔ اس کی بھینسیں بھی بڑھ رہی ہوتی ہیں۔ اس کی گائے اور بکریاں بھی بڑھ رہی ہوتی ہیں۔ گویا خدا تعالیٰ کا قانون کہ بڑھو بڑھو جتنا کہ ایک زمیندار کے سامنے آتا ہے۔ اور کسی پیشہ ور کے سامنے نہیں آتا۔ ایک لوہار کے سامنے اکثر یہ قانون قدرت نہیں آتا۔ ایک ترکھان کے سامنے اکثر یہ قانون قدرت نہیں آتا۔ ایک تاجر کے سامنے اکثر یہ قانون قدرت نہیں آتا۔ لیکن یہاں چاروں طرف یہ قانون جاری ہے۔ کہ ہر چیز بڑھ رہی ہوتی ہے۔ اس قانون کو دیکھ کر

ہر زمیندار کا فرض

ہے کہ جہاں وہ جسمانی طور پر بڑھے۔ وہاں وہ روحانی طور پر بھی بڑھے۔ جو شخص احمدیت میں داخل ہوتا ہے وہ اقرار کرتا ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ اس کے یہی معنے ہیں کہ اگر میں دنیا میں بڑھوں گا تو دین میں بھی بڑھوں گا۔ اگر میری گندم بڑھے گی اگر میری سرسوں بڑھے گی بچے بڑھیں گے تو میرے روحانی بھائی بھی بڑھیں گے۔

لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اس چیز کا احساس بہت کم ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یورپین ممالک کی نسبت ہمارا ملک بہت غریب ہے۔ اس لئے ہمارے زمیندار بھی غریب ہیں۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ پنجاب میں جو آپ کی حالت تھی۔ آپ کی جو وہ

حالت اس کی نسبت بہت اچھی ہے۔ وہاں اگر آپ کو خوراک اور لباس مہیا کرتے میں دقت تھی تو اب آسانی پیدا ہو گئی ہے۔ پس اگر خدا تعالیٰ نے آپ کو رزق میں بڑھوتی عطا فرمائی ہے تو آپ پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ

آپ تبلیغ کریں

اور سچائی کو دوسروں تک پہنچائیں تا جیسے آپ کا خود بڑھتا ہے۔ جیسے آپ کی گندم اور دوسری اشیاء بڑھتی ہیں۔ آپ کی روحانی برادری بھی بڑھے۔ اگر آپ کا مال بڑھا ہے۔ تو خدا تعالیٰ کا مال بھی بڑھے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا میں خدا تعالیٰ کا گھر بناتا ہے۔ خدا تعالیٰ جنت میں اس کا گھر بنائے گا۔ جو لوگ روحانیت کو قبول کرتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کی روحانی نسل ہوتے ہیں۔ انسان جہاں دنیا میں اپنی اولاد کو بڑھانے کی کوشش کرے وہاں اُسے چاہیئے کہ وہ خدا تعالیٰ کی نسل کو بھی بڑھائے اس پر خدا کی رحمتیں اور برکتیں تبھی نازل ہوں گی کہ وہ خدا تعالیٰ کا بھی خیال رکھے۔ لیکن یہ بات مجھے بہت کم نظر آتی ہے۔ میں جب پوچھتا ہوں کہ تم لوگ تبلیغ کیوں نہیں کرتے۔ تو کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ ہماری بولی نہیں سمجھتے۔ اور یہ بات نہایت ہی خطرناک ہے، کہ تم اسباب کی امید رکھو۔ کہ

سندھی لوگ

تمہاری بولی سیکھیں۔ ایسا کرنا ظلم ہے۔ اگر تمہارا خیال یہی ہے کہ سندھی لوگ تمہاری زبان سیکھیں تو اگر وہ تمہارے اس خیال کی وجہ سے تم سے دشمنی بھی کریں۔ تو ان کا ایسا کرنا جائز ہے۔ ہم مسافر ہیں اور سندھی اہل وطن ہیں۔ اہل وطن کا یہ کام نہیں کہ وہ ہماری بولی سیکھیں۔ بلکہ ہم لوگ جو باہر سے آنے والے ہیں ہمارا فرض ہے کہ اس

ملک کی زبان سیکھیں

اگر ایک سندھی پنجاب میں جائے اور کہے۔ کہ یہ لوگ میری زبان نہیں سمجھتے۔ تو ہر شخص یہی کہے گا۔ کہ یہ بیوقوف ہے۔ اسی طرح ہمارا یہاں آ کر کہنا کہ یہ لوگ پنجابی بولیں تو ہم تبلیغ کریں گے عقل کے خلاف ہے۔ اگر ہم انگلینڈ جا کر یہ کہیں کہ انگریز پنجابی یا اردو بولیں گے تو ہم تبلیغ کریں گے تو یہ معقول بات نہیں ہوگی۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم انگریزی سیکھیں چین میں اگر ہمارے دس مبلغ جائیں۔ اور چند سال کے بعد ہم پوچھیں کہ آپ نے کیا تبلیغ کی ہے اور وہ کہیں۔ کہ چینی ہماری زبان نہیں سمجھتے۔ اس لئے ہم تبلیغ نہیں کرتے۔ تو تم انہیں پاگل کہو گے۔ کہ یہ تمہارا کام تھا۔ کہ تم چینی زبان سیکھتے۔ نہ یہ کہ چینی اردو یا پنجابی سیکھیں۔ چینی ہندوستان آئیں گے تو اردو سیکھیں گے۔ وہاں جا کر آپ کو ان کی زبان سیکھنی ہوگی۔

میں جب احمدیوں سے پوچھتا ہوں۔ کہ تم تبلیغ کیوں نہیں کرتے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ سندھی ہماری زبان نہیں جانتے۔ حالانکہ یہ سندھیوں کا کام نہیں کہ وہ پنجابی یا اردو سیکھیں۔ تم باہر سے آ کر یہاں آباد ہوئے ہو۔

تمہارا پہلا کام

یہ تھا کہ تم سندھی زبان سیکھتے۔ اور اگر تم سندھی زبان سیکھتے۔ اور پھر سندھیوں کو تبلیغ کرتے تو اب تک ہزاروں مبلغ پیدا ہو جاتے اور تمہیں بھی سندھی زبان سیکھنے کی ضرورت باقی نہ رہتی۔

صداقت ایسی چیز نہیں کہ اسے سندھی قبول نہیں کر سکتا۔ جس طرح قرآن کریم ہم پر حجت ہے۔ اسی طرح قرآن کریم ایک سندھی مسلمان پر بھی حجت ہے۔ جس طرح حدیث ہم پر حجت ہے۔ وہ ایک سندھی مسلمان پر بھی حجت ہے۔ سندھیوں میں ہم سے زیادہ مذہبی روح پائی جاتی ہے۔ ایک سندھی مذہب کی خاطر اپنی جان پر کھیل جاتا ہے اس کا طریق غلط ہو تو یہ اور چیز ہے۔ لیکن اس کی نیت نیک ہوتی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح اپنے خدا کو خوش کرے اور اس کے لئے وہ اپنی کھیتی باڑی بھی چھوڑ دیتا ہے۔ اور اپنا دنیوی کاروبار چھوڑ کر صرف اس بات میں لگ جاتا ہے کہ کسی طرح اس کا خدا خوش ہو جائے۔

یہ تین چار ہزار حُر

جو ہیں۔ یہ واقف زندگی ہی ہیں۔ گو یہ ان کا وقف ایک لغو اور غلط چیز کے لئے ہی ہے۔ لیکن ان کی نیت نیک ہے۔ ان کی نیت یہی ہوتی ہے کہ کسی طرح خدا تعالیٰ کو خوش کریں۔ اس کے لئے وہ دنیا کو جس کے پیچھے تم پڑے ہوئے ہو۔ ترک کر دیتے ہیں۔ یہ ان کی بدقسمتی ہے کہ انہیں غلط راستہ ملا ہے۔ لیکن اس کے پیچھے جو روح کام کر رہی ہے وہ قابل قدر ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ سندھی احمدیت کا اہل نہیں۔ کیا وجہ ہے کہ جب ان میں تمہاری نسبت قربانی کا جذبہ زیادہ ہے وہ احمدیت کو قبول نہیں کرتا۔ یہاں اسلام پہلے آیا۔ اور مسلمان یہاں ایک بڑی تعداد میں آباد ہیں۔ پاکستان کے دوسرے صوبوں کی نسبت آبادی کے لحاظ سے سندھ میں مسلمان زیادہ ہیں اور جوں جوں ہم پنجاب کی طرف چلے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی آبادی کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ سوائے مشرقی بنگال کے کہ وہاں مسلمان زیادہ تعداد میں آباد ہیں۔ شاید اس لئے کہ وہ

مسلمانوں کی سرحدی چھاؤنی

تھی۔ جہاں سے وہ برما اور چین وغیرہ ممالک پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ درمیان میں کہیں آٹھ فیصدی مسلمان آباد ہیں۔ کہیں دس فیصدی ہیں اور کہیں بارہ فی صدی ہیں۔ سندھ میں ۸۰ فی صدی کے قریب مسلمان آباد تھے۔ اور پنجاب میں ۵۲ فیصدی مسلمان تھے۔ اگر انہوں نے اتنی زیادہ تعداد میں اسلام قبول کر لیا تھا تو اس کے معنے ہیں کہ ان میں دینی رغبت پائی جاتی ہے۔ اگر انہوں نے اب تک احمدیت قبول نہیں کی۔ تو یہ ہماری سستی ہے۔ جب لوگ یہاں آئے۔ خدا تعالیٰ نے انہیں کھانے پینے اور پہننے میں سہولت دی لیکن جوں جوں خدا تعالیٰ نے انہیں خوراک اور لباس میں سہولت دیتا چلا گیا۔ وہ خدا تعالیٰ کو بھولتے چلے گئے۔ حالانکہ چاہیئے یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے ان پر جتنا زیادہ احسان کیا تھا۔ اتنا زیادہ وہ اسے یاد کرتے۔ احسان کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی یاد زیادہ ہونی چاہیئے۔

مثنوی رومی میں ایک واقعہ

لکھا ہے کہ محمود غزنوی نے ایک غلام لڑکا خریدا جس کا نام ایاز تھا یا محمود نے اس کا نام ایاز رکھ دیا۔ بچہ ذہین تھا۔ جب وہ جوان ہوا۔ تو محمود نے اس کی ذہانت کی وجہ سے اسے فوج میں ایک عہدہ دے دیا۔ اور آہستہ آہستہ اُسے ترقی دیتا گیا۔ اور ایک وقت ایسا آیا کہ محمود نے اسے خزانہ کا افسر مقرر کر دیا۔ درباریوں نے شکایت کی۔ کہ بادشاہ سلامت ہم کئی پشتوں سے آپ کے خاندان کے نمک خوار چلے آتے ہیں۔ لیکن آپ ہمارے مقابلہ میں اس غلام کی زیادہ قدر کرتے ہیں۔ بھلا ہمارا اور اس کا مقابلہ ہو سکتا ہے؟ ہم اپنی وفاداری میں دیانتدار ہیں۔ لیکن یہ غلام غیر ملکی ہے۔ آپ نے اسے خزانہ کا افسر مقرر کر دیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی دن ملک سے غداری کرکے کوئی فتنہ کھڑا کر دے۔ یہ روزانہ رات کو خزانہ میں جاتا ہے۔ اگر اس کی نیت نیک ہوتی اور اس کی وفاداری مشتبہ نہ ہوتی تو یہ ایسا کیوں کرتا ہے۔ خزانہ میں روزانہ رات کو جانے کے معنے ہی کیا ہیں جب ایک کے بعد دوسرے دوسرے کے بعد تیسرے اور تیسرے کے بعد چوتھے درباری نے یہ شکایت کی اور دربار میں اس بات کا چرچا ہو گیا۔ تو بادشاہ کے دل میں بھی شبہ پیدا ہوا۔ آخر اس نے فیصلہ کیا کہ پہلے اس کے کہ میں

ایاز کے خلاف

کوئی فیصلہ کروں میں خود جا کر دیکھ لوں کہ وہ رات کو خزانہ میں جا کر کیا کرتا ہے چنانچہ وہ اکیلا خزانہ کی طرف گیا اور اس میں چھپ گیا اور چابی بردار کو ڈانٹا اور اسے تاکید کی کہ وہ ایاز کو اس کی موجودگی کا علم نہ دے۔ دس بارہ بجے کے قریب ایاز آیا اور بادشاہ کا شبہ بڑھ گیا۔ لیکن اس نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ جب تک وہ ساری واردات نہ دیکھ لے ایاز کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرے گا۔ اس نے دیکھا کہ ایاز نے خزانہ کے خاص کمرے کا دروازہ کھولا یہ دیکھ کر محمود کو سخت حیرت ہوئی میں نے تو اس پر اعتماد کیا تھا اور اس اعتماد کی وجہ سے میں نے اسے اس عہدہ پر پہنچا دیا تھا۔ لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ یہ شخص اس اعتماد کے قابل نہیں تھا۔ ایاز کمرہ کے اندر چلا گیا اور دروازہ بند کر لیا۔ بادشاہ دروازہ کے سوراخوں میں سے دیکھتا رہا۔ اس کمرہ میں ایک خاص صندوق تھا۔ اس میں قیمتی اشیاء رکھی ہوئی تھیں۔ ایاز نے وہ صندوق کھولا اس پر

بادشاہ کا شبہ

اور پختہ ہو گیا۔ لیکن اس نے فیصلہ یہی کیا کہ جب تک وہ سارا واقعہ دیکھ نہ لے ایاز پر کوئی سختی نہ کریگا۔ ایاز نے وہ بکس کھولا اور اس سے ایک گٹھڑی نکالی اور اس میں سے پھٹے پرانے کپڑے نکالے اور پہن کر پھر مصلیٰ بچھا کر اس پر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ اور خدا تعالیٰ کو مخاطب کرکے نہایت گریہ زاری کے ساتھ دعا کرنے لگا کہ اے خدا میں اس دن کو نہیں بھولا جب میں ان چیتھڑوں میں ملبوس اس شہر میں داخل ہوا تھا اے خدا تو نے مجھ پر احسان کیا اور افسر خزانہ کے بلند عہدے پر پہنچا دیا۔ میرا یہاں نہ بھائی تھا نہ باپ تھا اور نہ کوئی اور رشتہ دار تھا۔ میں ایک غلام تھا تو نے بکوانے بکواتے مجھے بادشاہ کے پاس پہنچا دیا۔ پھر تو نے اس بادشاہ کے دل میں میری محبت ڈالی۔ اور اس نے مجھے فوج میں ایک عہدہ دے دیا۔ اور آہستہ آہستہ درجہ بلند کرتے کرتے مجھے افسر خزانہ کے عہدہ پر پہنچا دیا۔ لیکن اے خدا میں ان چیتھڑوں کو نہیں بھول سکتا میری یہی حیثیت تھی۔ میں یہی پرانے چیتھڑے لے کر یہاں آیا تھا۔ باقی تیرا کام ہے بادشاہ یہ نظارہ دیکھتا رہا۔ آدھ گھنٹہ کے بعد اس نے نماز ختم کی چیتھڑے اتارے اور انہیں ایک پوٹلی میں باندھ کر نہایت احتیاط سے بکس میں بند کر دیا۔ جب وہ باہر نکلا تو بادشاہ نے کہا ایاز درباریوں نے تمہاری شکایت کی تھی سو میں نے یہاں تحقیقات کے لئے آیا تھا۔ ایاز کا رنگ زرد ہو گیا۔ بادشاہ نے کہا تو ڈرتا کیوں ہے میں نے سب کچھ دیکھ لیا ہے شکایت

کرنے والے جھوٹے ہیں تو سچا ہے میں سمجھتا ہوں کہ تو بڑا نیک ہے اور تمام الزامات سے بری ہے۔ ایاز نے کہا بادشاہ سلامت میں ڈرتا اس لئے ہوں کہ یہ میرے اور خدا تعالیٰ کے درمیان ایک راز تھا لیکن آج اس راز کو جاننے والا ایک اور ہو گیا ہے۔ پس دیکھو

احسان کی قدر

انسان کو شریف بناتی ہے اور آپ لوگوں پر بس میں بھی شامل ہوں۔ خدا تعالیٰ کے بڑے بڑے احسانات ہیں۔ میری ذاتی زمین بھی یہاں ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہندوستان میں بھی قیمت کے لحاظ سے میری بڑی جائیداد تھی لیکن اب وہ ہیں رہ گئی ہے۔ خدا تعالیٰ کی کوئی حکمت تھی کہ میں نے یہاں زمین خرید لی۔ ورنہ میں یہاں جائیداد خریدنے کا خیال بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اگر وقت پر خدا تعالیٰ ایسا نہ کرواتا تو آج میں بالکل خالی ہاتھ ہوتا۔ دراصل میں نے

ایک خواب کی بناء

پر یہاں زمین خریدی تھی۔ اس خواب میں مجھے بتایا گیا تھا کہ میں قادیان میں ہوں۔ اور ایک نہر کے کنارے پر کھڑا ہوں۔ یکدم مجھے شور سنائی دیا۔ اور میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ میرے ساتھ اور بھی لوگ تھے۔ میں نے انہیں کہا۔ دیکھو یہ شور کیسا ہے۔ انہوں نے کہا۔ نہر کا بند ٹوٹ گیا ہے۔ اور پانی دیہات اور شہر برباد کرتا چلا جا رہا ہے۔ اس لئے لوگ شور مچا رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ سینکڑوں شہر برباد ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ہر طرف پانی پھیل گیا ہے صرف نہر کے بند کا وہ حصہ ہی محفوظ ہے جس پر ہم کھڑے ہیں۔ لیکن تھوڑی دیر میں پانی کا ایک ریلا آیا۔ اور بند کے اس حصہ کو بھی جس پر ہم کھڑے تھے توڑ دیا اور ہم پانی میں گر کر بہنے لگے۔ ہم نے نہر میں دریائے ستلج کی طرف بہنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ہم فیروزپور یا اس کے قریب کسی اور جگہ پر پہنچ گئے۔ میں بہتا جاتا تھا۔ اور خدا تعالیٰ سے دعا کرتا جاتا تھا۔ کہ یا اللہ

سندھ میں تو پیر لگ جائیں

یا اللہ سندھ میں تو پیر لگ جائیں۔ میں نے کئی دفعہ پیر لگانے کی کوشش کی لیکن پیر نہ لگے۔ دریا اتنا وسیع نظر آتا تھا کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس کا پاٹ سینکڑوں میل کا ہے۔ میں دعا ہی کر رہا تھا کہ ایک جگہ میرے پیر لگ گئے۔ جب بیدار ہوا۔ تو ہم نے ایک کمپنی بنائی۔ اس کمپنی میں انجمن بھی شامل تھی۔ میں بھی شامل تھا۔ اسی طرح مرزا بشیر احمد صاحب۔ چوہدری فتح محمد صاحب سیال اور چوہدری بشیر احمد بھی شامل تھے ہماری غرض یہ تھی کہ ہم یہاں زمین خرید کر احمدیوں میں تحریک کریں گے کہ وہ ہم سے زمین خرید لیں۔ وہ زمین خرید لیں گے۔ اور ہم اس تجارت سے کچھ نفع اٹھائیں گے۔ ارادہ تھا کہ فی ایکڑ پانچ روپے زائد لے کر زمین لوگوں کو دے دیں گے۔ اس وقت اس مضمون کے کئی اعلانات شائع ہوئے کہ ہمارے پاس زمین ہے۔ کوئی احمدی خریدنا چاہے تو خرید لے۔ لیکن باوجود اس کے کہ زمین بہت سستی تھی کوئی خریدار نہ ملا۔ آخر کار ہم نے فیصلہ کیا کہ زمین ہم آپس میں تقسیم کر لیں۔ چنانچہ زمین تقسیم کر لی گئی اور اس طرح یہ جائیداد بن گئی۔ پھر اور احمدی آئے۔ اور انہوں نے زمین خریدی اور اب خدا تعالیٰ کے فضل سے

۳۴-۳۵ ہزار ایکڑ

یا اس سے زیادہ زمین احمدیوں کے پاس ہے۔ نواب شاہ۔ تھرپارکر۔ حیدرآباد اور دادو وغیرہ اضلاع میں دو ہزار مربعے کے قریب احمدیوں کی زمین ہے جس میں سے ۱۰ ہزار ایکڑ کے قریب زمین میری اور انجمن کی ہی ہے۔ آٹھ دس ہزار ایکڑ اس علاقہ میں دوسرے احمدیوں کے پاس ہے اس علاقہ سے باہر ضلع حیدرآباد اور ضلع نواب شاہ اور ضلع لاڑکانہ اور دادو میں بھی بہت سے احمدیوں نے زمین خرید لی ہے لیکن جب یہ خواب آئی تھی اس وقت دو مربعے زمین بھی احمدیوں کے پاس نہیں تھی شاید کوٹ احمدیاں والے اس سے پہلے سندھ میں آئے ہوئے تھے۔ باقی جو سندھی زمیندار ہیں۔ وہ بعد میں احمدی ہوئے ہیں۔ اور جن لوگوں نے زمین خرید لی ہے۔ وہ بھی بعد میں آئے ہیں پس یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ وہ ہمیں یہاں لے آیا۔ ہم میں سے جن کی حالت پنجاب میں خراب تھی۔ ان کی حالت اب اچھی ہے۔ اور پھر ہم نے یہ نظارہ دیکھا کہ ہم میں سے بہت سے جن کے پاس ہندوستان میں زمین تھی ان کی زمین چھن گئی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے پہلے سے یہاں ایک ذریعہ بنا دیا تاکہ انہیں زمین جانے کی وجہ سے کوئی پریشانی نہ ہو۔

اس احسان کے بدلہ میں

ایاز کی طرح احمدیوں پر بھی فرض عائد ہوتا ہے کہ انہیں احساس ہو کہ خدا تعالیٰ نے انہیں یہاں لایا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے یہاں زمین بنائی ہے تو ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے لئے زمین بنائیں اور خدا تعالیٰ کی زمین اس کے بندے ہیں جو ہدایت پا جائیں۔ لیکن ہوا یہ کہ خدا تعالیٰ نے تو ہمیں زمین دے دی۔ مگر ہم نے اسے زمین دلانے کی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ ہمارے لئے ثواب کا عظیم الشان موقع تھا۔ اگر ہم اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے تو دنیا میں ایک عظیم الشان کام کر جاتے اور ہم پر خدا تعالیٰ کی بے شمار برکتیں اور رحمتیں ہوتیں۔ تمہیں جو آرام کی جگہ ملی ہے وہ اپنی لوگوں کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ جو اپنے وطن چھوڑ کر سندھ میں آئے۔ وہ صرف دس پندرہ ہزار تھے۔ اور اب یہاں چالیس پینتالیس لاکھ مسلمان ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان چالیس پینتالیس لاکھ کو چالیس پینتالیس کروڑ بنائیں۔ پہلے ان کو جو اس ملک میں نام کے مسلمان ہیں انہیں سچا مسلمان بنائیں۔ اور وہ آگے سارے ہندوستان کو مسلمان بنا لیں۔ ہندوستان میں جو لوگ بستے ہیں۔ وہ بھی خدا تعالیٰ کے ہی بندے ہیں۔ خدا کرے کہ سندھ دوبارہ

ہندوستان میں اسلام

کو پھیلانے کا اڈہ بن جائے۔ ملکی تقسیم اس لئے ہوئی تھی۔ کہ ہم نے تبلیغ کی طرف توجہ نہیں کی تھی۔ سات آٹھ سو سال کا عرصہ ہمیں ملا تھا۔ اگر ہم اس عرصہ میں پوری طرح تبلیغ کرتے۔ تو آج ہمیں ہندوستان میں ایک ہندو بھی نظر نہ آتا۔ دوسرے مسلمانوں کی غفلت تو سمجھ میں آ سکتی ہے لیکن احمدیوں کی غفلت سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ جو قوم حق پر ہو گی۔ لازماً دنیا اس کی دشمن ہو گی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حیثیت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی سی ہے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے متعلق بائیبل میں آتا ہے کہ اس کے خلاف ہمیشہ اس کے بھائیوں کی تلوار کھنچی رہے گی۔ اس میں یہی پیشگوئی تھی۔ کہ آپ کی نسل تبلیغ کرے گی۔ اور جو شخص تبلیغ کرے گا دنیا اس کی دشمن ہو جائیگی۔ اور دشمن سے محفوظ رہنے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ ہم اسے مسلمان کر دیں۔ اس کے بغیر اسلام اور احمدیت بچ نہیں سکتے۔ اگر ہم تبلیغ میں سست ہوں گے تو پچھلے دنوں جو کچھ ہندوستان میں ہوا وہی دوسرے ممالک میں بھی ہوگا

صداقت بہرحال

غالب ہو کر رہے گی

اور چونکہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ایک دن صداقت غالب آ جائے گی اور وہ مٹ جائیں گے اس لئے وہ صداقت کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ تمہارا فرض ہے کہ اپنے اندر بیداری پیدا کرو۔ اور جماعت کو وسیع کرتے چلے جاؤ یہاں تک کہ کوئی آدمی ایسا نہ رہے جو احمدیت میں نہ ہو۔ اور اگر کچھ لوگ احمدیت سے باہر رہ جائیں تو وہ تھوڑے سے ہوں اس طرح ہم محفوظ ہو جائیں گے اور دشمن کی تلوار کند ہو جائے گی۔

پس

تبلیغ نہایت اہم چیز ہے

اور اس سے غفلت برتنا نہایت خطرناک امر ہے۔ لیکن یہاں یہ حالت ہے۔ کہ میں نے کوشش کر کے ایک مبلغ کو یہاں بھجوایا تھا۔ اور وہ محمد آباد میں کام کرتا تھا۔ یہاں آ کر مجھے پتہ لگا کہ اُسے واپس بلا لیا گیا ہے اس کی تو میں تحقیقات کروں گا لیکن مجھے تعجب ہے کہ یہاں سے کسی نے بھی میرے پاس شکایت نہیں کی کہ ہمارے علاقہ کے مبلغ کو واپس بلا لیا گیا ہے اگر تم میں تبلیغ کا جوش ہوتا۔ تو تم میں سے کوئی ایک شخص تو ایسا ہوتا۔ جو مجھے اطلاع دیتا کہ ہمارا مبلغ واپس بلا لیا گیا ہے۔ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اس مبلغ کی تنخواہ ہم دیں گے۔ اگر ہم تنخواہ دیتے تو مبلغ کو واپس نہ بلایا جاتا معلوم ہوتا ہے کہ احمدیہ اسٹیٹس نے اُن کی تنخواہ کا بوجھ خود نہیں اٹھایا اس لئے نظارت دعوت و تبلیغ کو مبلغ واپس لینے کی جرأت ہوئی۔ اگر خدا تعالیٰ نے تمہیں زیادہ دیا ہے۔ تو تم اس میں سے خدا تعالیٰ کا حصہ بھی رکھا کرو۔ خود بھی تبلیغ کرو اور مبلغ بھی منگاؤ۔ اس طرح کچھ عرصہ کے بعد ہماری تبلیغ وسیع ہو جائیگی اور مقامی لوگ احمدیت میں داخل ہو جائینگے پھر تمہیں زبان سیکھنے کی بھی ضرورت نہ ہو گی۔

اس سے پہلے اس علاقہ میں مجھے

جوڑ پڑھانے کا موقعہ

نہیں ملا میں دو دفعہ یہاں آیا ہوں لیکن آج پہلی دفعہ یہاں جمعہ پڑھانے کا موقعہ ملا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ایک مضبوط جماعت ہے۔ چک احمدیاں میں بھی جماعت ہے۔ کوٹ کے جماعت ہے اور رسنہ کر فیض اللہ چک کے لوگ بھی بشیر آباد کے قریب ایک چک بنا رہے ہیں۔ گویا یہاں احمدیت کی تبلیغ کے تین چار اڈے ہیں اور تبلیغ کو تقویت دیجئے تو ہماری طاقت بڑھ سکتی ہے لیکن ہمارے اندر ذمہ داری کا احساس نہیں ہم میں بیداری نہیں پائی جاتی۔ اور ہمیں خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کا احساس نہیں کہ اگر اس نے ہمیں رزق میں وسعت دی ہے۔ تو ہم بھی لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف لائیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایک جنگ کے دوران میں دیکھا کہ ایک عورت جس کا بچہ گم ہو گیا تھا وہ بڑی تکلیف کے ساتھ ادھر اُدھر پھرتی تھی آخر اسے اپنا بچہ مل گیا اور اس نے اسے گود میں اٹھا کر سینہ سے لگا لیا اور پیار کرنے لگی۔ آپ نے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ جب خدا تعالیٰ کا کوئی گمراہ بندہ ہدایت پا جاتا ہے تو وہ اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے اور اس میں کیا شبہ ہے کہ ماں باپ کی محبت خدا تعالیٰ کی محبت کے برابر نہیں ہو سکتی اور اگر خدا تعالیٰ کی محبت ماں باپ کی محبت سے یقیناً زیادہ ہے تو جو شخص اس کے گمراہ بندوں کو ہدایت دیگا اس پر وہ جتنا خوش ہو گا اور جتنے انعام اسے دیگا اس کا انسانی عقل اندازہ نہیں کر سکتی۔

"یا تو قتل مرتد کا مسئلہ خلاف قرآن و حدیث ہے یا پھر مجھے کہنا پڑے گا کہ میں مسلمان نہیں!"
(مولانا محمد علی صاحب جوہر)

مذہب کا تعلق انسان کے دلی اعتقادات سے ہے۔ اس راہ میں کسی سے اپنی بات بزور منوانا خلاف عقل ہے۔ ہزار مجبور کرو کہ کوئی شخص تمہارے خیال کے مطابق اپنے دماغ میں ایسے ہی خیالات رکھے جن پر اُس کا دل یقین نہیں کرتا تو یہ قطعی ناممکن ہے۔

قرآن پاک کی متعدد آیات اس پر شاہد ناطق ہیں کہ اسلام نے اُٹھتے ہی اس آواز کو بلند کیا۔ اور عین ایسے وقت میں حریت ضمیر کا نظریہ پیش کیا جبکہ خود اسلام میں داخل ہونے والوں پر ہر قسم کے ظلم و ستم توڑے جاتے تھے۔ اور پھر اقتدار حاصل کر لینے پر بھی انہیں عقائد کا پرچار کیا۔

مذہب اسلام نے جن تعلیمات کو پیش کیا اور جن باتوں پر ایمان لانے کی تاکید کی سب دلائل اور براہین سے ثابت ہیں کسی جبری طاقت کے استعمال سے اُن کے قائل کرانے کی ضرورت نہیں۔ اسی لئے قرآن کریم نے صاف فرمایا:۔

لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (بقرہ ع ۳۴)

یعنی قرآن کریم جس مذہب کو پیش کرتا ہے وہ سراسر ہدایت و راستی کا مجموعہ ہے اسے قائل کرانے کے لئے کسی قسم کے جبر کی ضرورت نہیں۔ ہر شخص ان دلائل اور براہین پر غور کر کے اس کا قائل ہو سکتا ہے۔ اور اگر بعد تحقیقات کسی شخص کو اس کے دلائل پسند ہوں تو وہ قبول کرے ورنہ وہ آزاد ہے۔ اسی مفہوم کے مطابق اور مقام پر خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ۔ (الکہف ع ۴)

کہ ہر شخص کے لئے پوری آزادی ہے۔ جو چاہے دین اسلام کو قبول کرے اور جو چاہے اس کا انکار کرے۔ کسی پر جبر نہیں۔

مذہب تو انسان کی دونوں جہان کی زندگیوں کی ضمانت لیتا ہے۔ اور اسی پر انسان کی فلاح و بہبود کا دارومدار ہے۔ پھر کس قدر تعجب کا مقام ہے۔ کہ ہم اسے کچھ اہمیت نہ دیں۔ حالانکہ ہم روزمرہ کے سودے جو بازار سے خرید کر لاتے ہیں۔ پوری چھان بین اور دیکھ بھال کے بعد لاتے ہیں۔ اور کسی کی ایسی بات قبول کرنے کے لئے قطعی طور پر تیار نہیں ہوتے جو بلا دلیل اپنی چیز ہمارے پلے ڈالے۔ اس کے لئے ہمارا سیدھا سادھا جواب یہی ہوتا ہے۔ کہ آپ کی چیز ہمیں پسند نہیں۔ پس یہی پسندیدگی نام ہے دلی آواز کا۔ جس پر کسی بیرونی جبر و اکراہ کا کچھ دخل نہیں۔ یہی حال مذہب کے معاملہ میں ہونا چاہیئے اور ہے۔ حریت ضمیر اور آزادی خیالات کے متعلق جتنا زور اسلام نے دیا اور کسی مذہب نے ایسی واضح تعلیم پیش نہیں کی۔ مگر افسوس کہ خود اسلام کا دم بھرنے والے آج اس پر تیر چلاتے ہیں۔ آج یورپین مستشرقین اور دوسرے معاندین کا سب سے بڑا بے بنیاد اعتراض یہی ہے کہ اسلام جبر و تشدد سے پھیلا۔ اور ایسے معترضین کے ہاتھ مضبوط کرنے والے یہی تنگ اسلام لوگ ہیں جو نہ تو خود اسلام کو سمجھ سکے ہیں اور نہ اُس کے سمجھنے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔

قتل مرتد کا مسئلہ نہ جانے اسلام کی طرف کیونکر منسوب ہونے لگا۔ حالانکہ اسلام کی تعلیم اس کے صریح خلاف ہے۔ اور حضرت بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک واقعہ اس مسئلہ کی تغلیط کر رہا ہے۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کسی ایک ایسے مرتد کی بھی تو مثال پیش نہیں کی جا سکتی جسے محض تبدیلیٔ عقائد کی وجہ سے گردن زدنی کا سزاوار قرار دیا گیا ہو۔ حالانکہ خود قرآن پاک میں اس قسم کے لوگوں کا ذکر آتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (آل عمران ع ۸)

یعنی اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا۔ کہ یہ طریق اختیار کرو کہ دن کے پہلے حصہ میں جا کر ایمان کا اظہار کرو اور پچھلے پہر انکار کر دو۔ اس کا اثر یہ ہوگا کہ تمہارے اس طرح ارتداد سے دوسروں پر اثر پڑے گا۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ وہ بھی اپنے مذہب کو چھوڑ دیں۔

اب دیکھو کہ کیا تاریخ سے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ ایسے مرتدین کو حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کروا دیا۔ حالانکہ اُس وقت آپ کو مدینہ میں ایک گونا بادشاہت کے اختیارات حاصل تھے۔ مگر باوجود کوشش کے ایک مثال بھی پیش نہیں کی جا سکتی۔ پس یہ سراسر بہتان ہے۔ جو اسلام کی پاک تعلیم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور ایک بدنما داغ ہے۔ جو اسلام کے منور چہرے پر ناجائز طور پر لگایا جاتا ہے۔

زیادہ قابل افسوس یہ بات ہے کہ خود مسلمان کہلانے والا ایک غلطی خوردہ طبقہ ان غلط عقائد کو اسلام کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور دشمنوں کو اسلام کی اعلےٰ تعلیم پر دھبہ لگانے کا باعث بنتا ہے حالانکہ یہ باتیں اسلام کی پاک تعلیم کے صریح مخالف ہیں۔ اس لئے اگر ان غلطی خوردہ لوگوں کو اسلامی تعلیمات کی تہہ تک پہنچنے کی توفیق نہیں ملی تو کم از کم اپنے ہی لیڈروں کی بات کو بغور پڑھیں اور انہیں تو رد نہ کریں

ذیل میں رئیس الاحرار مولانا محمد علی صاحب جوہر (برادر مولانا شوکت علی صاحب) ایڈیٹر ہمدرد کی تحریر کے دو حوالے اس بات کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں کہ قتل مرتد کہاں تک اسلامی تعلیم کے موافق ہے۔

پہلا حوالہ تو رسالہ "الفرقان" بابت ماہ مارچ میں نقل کیا گیا ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہے:۔

"یاد رکھیئے میرے مذہب میں قتل مرتد جائز نہیں صرف قتل مفسد جائز ہے۔"
(رسالہ مولانا محمد علی کے یورپ کا سفر صفحہ ۱۰)

دوسرا حوالہ ہمیں مولانا موصوف کے ایک مکتوب سے ملا ہے جو انہوں نے اپنے بڑے بھائی مولانا ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر کو ۲۵ مئی ۱۹۲۸ء میں تحریر فرمایا اور یہ مکتوب ہمیں حال ہی میں اُن کے بھتیجے مکرم حاجی ممتاز علی صاحب احمدی سے دستیاب ہوا ہے جو آجکل قادیان میں بطور درویش مقیم ہیں۔ خط کی عبارت اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیتی ہے۔ جو یہ ہے:۔

"حقیقت یہ ہے کہ میں نے مرزا صاحب کی ایک تصنیف بھی نہیں پڑھی۔ اور چونکہ قادیانی عقائد کے متعلق ایک دنگل قائم ہو گیا ہے اور اکھاڑا سا بن گیا ہے۔ اور میں ان مذہبی جھگڑوں سے بچتا رہتا ہوں جو مولویانہ ہیں جن کی ہار جیت سے اخلاق انسان اور عقائد انسان پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس لئے اس کے متعلق کچھ نہ پڑھنا ہی بہتر سمجھتا ہوں۔

قتل مرتد کا مسئلہ اسلامی عقائد کی بنیاد کھوکھلی کرتا تھا اور اسلام کے دامن پر ایک نہایت بدنما داغ تھا۔ اس لئے مجھے لکھنا پڑا۔ یا تو قتل مرتد کا مسئلہ خلاف قرآن و حدیث ہے یا پھر مجھے کہنا پڑے گا کہ میں مسلمان نہیں۔ اس لئے کہ اسلام نے عقائد میں انسان کو آزاد چھوڑا اور عقائد باطلہ کی سزا صرف خداوند کریم کے لئے رکھی ہے۔ اعمال کی سزا دنیا میں بھی ہے۔ اس لئے کہ اعمال کا اثر دوسروں پر پڑتا ہے۔ قتل اور چوری زناکاری اور بالخصوص محصن یا محصنہ کی زناکاری دوسروں کے حقوق کا اتلاف ہے۔ اس لئے دنیا میں ہی اُن کی سزا ہے۔ غلط عقیدہ حق العباد پر اثر نہیں ڈالتا صرف حق اللہ پر اس کا اثر پڑتا ہے اور اللہ ہی اس کی سزا دیگا۔

اب رہی قوم کی قدر دانی سو اس کا مجھے غم نہیں مسلمانوں کی فطرت اچھی ہے۔ آج ان نیلام کی بولی بولنے والوں کی قدر ہے مگر کل کو ان سب کی قلعی کھل جائے گی اور مسلمان میری سچائی اور قربانی اور خلوص کی قدر کریں گے۔ آج بھی ہزاروں مخلص مسلمان ہیں جو قدر کرتے ہیں۔

بہرحال ان کی قدر افزائی یا ناقدری کا میرے عقائد پر انشاء اللہ کچھ اثر نہ پڑے گا۔"

(اس عبارت کا اصل چربہ صفحہ ہذا کی پشت پر ملاحظہ فرمائیں)

حقیقت یہ ہے کہ جو شخص بھی سنجیدگی سے قرآن و حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ پر غور کرے گا اُسے بالآخر اس نتیجہ پر پہنچنا پڑیگا جس پر مولانا محمد علی صاحب جوہر پہنچے۔ لیکن جو شخص عناد اور تعصب کو کام میں لا کر اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لے بےشک اُسے اسکی حقیقت نظر نہیں آ سکتی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اسلام کی بنیاد کو کھوکھلا کرنے میں کمی نہیں کرتا۔ کاش علماء کرام اپنے ہی بزرگوں کی بات کا پاس کریں اور دین اسلام کو اس بدنامی سے بچائیں اور تبلیغ اسلام میں روک نہ بنیں اور مخالفین اسلام کو خواہ مخواہ اسلام کے خلاف لب کشائی کا موقعہ نہ دیں۔ (خاکسار محمد حفیظ موتیانی)

خلافت ثانیہ کا قیام

خدا تعالیٰ کی دوسری قدرت کا ظہور

از حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو "بدر" مورخہ ۱۴ رمارچ سنہ ۱۹۵۲ء

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحمدلی اور شفقت و کرم ملاحظہ ہو۔ کہ ان واقعات کے ذکر کو یکسر روک دیا۔ اور فرمایا کہ متعلقہ کاغذات تک جلا دیئے جائیں۔ اخبارات میں بھی اس وقت کوئی ذکر نہ ہوا۔ غرض آپ کی نیت حسن اصلاح تھی نہ کسی کا خوف تھا۔ ڈرنے کے وقت نہ ڈرے۔ خوف کے وقت انہوں نے کسی بڑے سے بڑے کی پرواہ نہ کی۔ اور حق بات کے اظہار سے نہ رکے تو بعید ہیں کس بات کا خوف اور کس چیز کا ڈر تھا؟ آپ نے چشم پوشی فرمائی۔ تو اس خیال سے کہ آپ کسی بدنصیب کی ٹھوکر کا موجب نہ بنیں شاید یہ لوگ اصلاح کر کے خدا کے غضب کی آگ سے بچ جائیں۔ مگر

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل

یہ ندامت و پریشانی۔ یہ رجوع و حیرانی اور توبہ و بیعت صرف مسجد کی چھت تک ہی محدود تھی۔ موقعہ کے گواہ اور شاہد ناطق موجود ہیں کہ سیڑھیوں سے اترتے ہی جو کچھ سنا گیا وہ یہ تھا کہ:۔

"خواجہ صاحب! آپ نے بہت ذلیل کرایا جب ایک بات ہو چکی تھی۔ تو صبر اور حوصلہ سے اس کو برداشت کرنا چاہیئے تھا۔ ایک سوتے فتنہ کو جگا کر آپ نے اس حال کو پہنچایا۔ میری غیرت اور حمیت کا تو اب یہی تقاضا ہے کہ میں اس جگہ کو خیرباد کہہ کر کسی گوشہ تنہائی و خلوت میں جا رہوں ذلت کی انتہا ہو چکی۔ جو کم از کم میری برداشت سے تو باہر ہے۔" وغیرہ۔

چنانچہ خواجہ صاحب کو اس مشکل کے حل۔ رفیق کے جوش کو ٹھنڈا کرنے اور اس کی طبیعت کو سنبھالنے اور سلجھانے کی غرض سے دو تین روز بہ ہزار قیام کرنا اور خدا جانے کیا کیا کچھ کہنا سننا اور کرنا پڑا تھا جس کے نتیجہ میں جناب مولوی محمد علی صاحب نے اپنا وہ فیصلہ اور عزم منسوخ کیا۔ اور سر دست قادیان میں ٹھہرے رہنے پر رضامند ہو گئے تھے۔

یہ کہانیاں بہت لمبی۔ قصے طویل اور واقعات بہت ہی پیچیدہ ہیں۔ ان کو چھوڑتا اور مختصر کرتا ہوا اب صرف اس تعنیہ نامرضیہ کی طرف اشارہ کر کے آگے چلتا ہوں۔ جو

فتنہ حویلی کا شاخسانہ

تھا۔ اور جس میں ان اکابر اور طالبان حکومت و اقتدار نے اپنے ایمان و اخلاص۔ تقویٰ و پرہیزگاری اور توبہ و رجوع کے وہ نمونے دکھائے جن کے ذکر سے کلیجہ منہ کو آتا اور سر مارے ندامت و شرمندگی کے جھکا جاتا ہے۔ وہی جو ۲۷ رمئی ۱۹۰۸ء کو بیزارمنت اور لجاجت بالکل بے غرض ایک ہستی سے التجا و درخواست کر رہے تھے۔ کہ خدارا قوم کی باگ ڈور تھامیئے۔ جماعت کو سنبھال لیجئے۔ اور راہنمائی فرمایئے۔ وہ انکار کرتا اور بار بار کہتا تھا کہ:۔

"میں کبھی امام بننے کا خواہشمند نہیں ہوا۔ یہ ایک بڑا بوجھ ہے خطرناک بوجھ ہے۔ اس کا اٹھانا مامور کا کام ہو سکتا ہے میں اپنے میں اس بوجھ کے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن جب کہ بلا میری خواہش کے یہ بار میرے گلے میں ڈالا جاتا ہے۔ اور دوست مجھے مجبور کرتے ہیں۔ تو

اس کو خدا کی طرف سے سمجھ کر میں قبول کرتا ہوں

میں خود ضعیف ہوں بیمار رہتا ہوں۔ پھر طبیعت مناسب نہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جن عمائد کا نام لیا ہے۔ ان میں سے کوئی منتخب کر لو۔ میں تمہارے ساتھ بیعت کرنے کو تیار ہوں۔ اگر تم میری ہی بیعت کرنا چاہتے ہو۔ تو سن لو کہ بیعت بک جانے کا نام ہے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے مجھے اشارۃً فرمایا۔ کہ وطن کا خیال بھی نہ کرنا۔ سو اس کے بعد میری ساری عزت اور سارا خیال انہی سے وابستہ ہو گیا۔ اور میں نے کبھی وطن کا خیال تک نہیں کیا۔ پس بیعت کرنا ایک مشکل امر ہے۔ اب تمہاری طبیعتوں کے رُخ خواہ کسی طرف ہوں

تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی۔ اگر یہ بات تمہیں منظور ہو۔ تو میں طوعاً و کرہاً اس بوجھ کو اٹھاتا ہوں۔

ان تمام شرائط کو مان کر قبول کر کے آپ کو خلیفہ برحق اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح واجب الاطاعت مان کر سوچ سمجھ کر بیعت کی تھی۔ مگر جلد ہی سب وعدوں کو بھول گئے۔ اور بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ وہی جنہوں نے مسجد مبارک کی چھت پر ایک بہت بڑی جماعت کے روبرو پھر دوبارہ

توبہ کر کے بیعت کی

اپنی طبیعتوں پر قابو نہ رکھ سکے۔ نفس ان کے شتر بے مہار کی طرح بے قابو ہو گئے۔ انہوں نے پختہ عہد کے بعد روگردانی کی۔ اور خلیفہ وقت کے احکام کی تعمیل سے نہ صرف انکار کر دیا۔ بلکہ مقابلہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور یہاں تک بڑھے کہ جس انسان کو اپنا خلیفہ اور واجب الاطاعت مان کر ہاتھ پر بک چکے تھے۔ تقریر و تحریر میں اسی کو

ستر ابہترا

کے نام سے پکارنے اور لکھنے لگے۔ حویلی کے قضیہ کی ذیل میں ان مخلصین نے جو کچھ لکھا اور کہا اس کا مشتے نمونہ خروار سے یہ تھا:۔

۱۔ "خلیفہ صاحب کا تلون مزاج بہت بڑھ گیا ہے اور عنقریب ایک نوٹس جاری کرنے والے ہیں۔ جس سے اندیشہ بہت بڑے ابتلا کا ہے۔۔۔ ۔۔۔ اگر اس میں ذرا بھی مخالف خلیفہ صاحب کی رائے سے ہو۔ تو برافروختہ ہو جاتے ہیں۔۔۔۔ سب حالات عرض کئے گئے۔ مگر ان کا جوش فرو نہ ہوا۔" (مرزا یعقوب بیگ)

۲۔ "حضرت مولوی صاحب کی طبیعت میں ضد اس حد تک بڑھ گئی ہے۔ کہ دوسرے کی سن ہی نہیں سکتے۔ وصیت کو پس پشت ڈال کر خدا کے فرستادہ کے کلام سے بے پرواہی کرتے ہوئے شخصی وجاہت اور حکومت ہی پیش نظر ہے۔ سلسلہ تباہ ہو تو ہو۔ مگر اپنے منہ سے نکلی ہوئی بات نہ ٹلے پر نہ ٹلے۔۔۔ تکبر اور نخوت کی کوئی حد ہوتی ہے۔ نیک ظنی نیک ظنی کی تعلیم دیتے ہوئے بدظنی کی کوئی انتہا نظر نہیں آتی۔ وغیرہ"۔ (سید محمد حسین شاہ)

یہ مختصر سا اقتباس ان لوگوں کی دلی حالت۔ قلبی کیفیت اور ایمانی قوت دیکھنے سمجھنے اور جانچنے کی سچی کسوٹی۔ صحیح میزان اور سیدھا ترازو ہیں۔ جس سے ان کے ایمان و اخلاص اور تقویٰ و طہارت کی قدر و قیمت معلوم ہو سکتی ہے۔ جہاں تک ایمان و اخلاص۔ محبت و وفا اور اطاعت بیعت کے مفہوم و معانی کے متعلق ہمارا علم ہے۔ مندرجہ بالا حالات میں باقی رہتا نظر نہیں آتا۔ مگر نامعلوم ان اصحاب کے نزدیک کیا مفہوم و معانی تھے۔ اور کیا سخت جان وہ ایمان اور اخلاص تھا کہ اتنی تیز اور دو شاخی چھریوں سے بھی کاٹے کٹتا نہ توڑے ٹوٹتا۔ اور وہ بزرگ اتنا کچھ کہنے اور لکھنے کے باوجود بھی پکے اور مخلص احمدی بنے رہے۔

بھیرہ کی حویلی کے امتحان میں پھر وہ لوگ اس طرح ناکام و ذلیل ہوئے۔ اور حالات نے اتنی نزاکت اختیار کر لی تھی۔ کہ

یوم العید

آخر ان کے اخراج از جماعت کے لئے مقرر ہو چکا تھا۔ خواجہ صاحب ان دنوں کشمیر میں تھے۔ ان حالات کی اطلاع پا کر انہوں نے پھر حق رفاقت ادا کیا۔ کہ "مصلحت وقتی" کے ماتحت کوشش کر کرا کے کوئی راہ دفع الوقتی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ کچھ اپنے رفیقوں کو سمجھایا۔ اور کچھ دربار خلافت میں عرض معروض کر کے

خلیفۂ وقت کے جذبات رحم

کو ابھارا۔ اور آپ کو ان لوگوں کے تائب اور آئندہ اصلاح کر لینے کے عہد۔ کو پیش کر کے معافی کے اعلان پر آمادہ کر لیا۔ دوسری طرف حضرت میر حامد شاہ صاحب نے بھی ان لوگوں کے

ہو واویلا، ندامت اور پشیمانی سے متاثر ہوکر دربارِ خلافت میں درخواست رحم پیش کی چنانچہ آپ نے اس کا یوں ذکر فرمایا کہ :-

" باہمی رد و کد ہوتے ہوتے حضرت مولانا نور الدینؓ کی ناراضگی فرو ہو گئی اور عید کے دن احباب کے سر سے خدا خدا کر کے یہ بلا ٹلی۔ اور اُن کی طرف سے معافی نامہ حضرت خلیفہ اولؓ کی خدمت میں پیش ہوا"

چنانچہ حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جو مجسم رحم اور کرم واقع ہوئے تھے۔ جن کی زبان مبارک پر یہ مقولہ عموماً جاری ہوتا کہ۔

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اور جن کو یہ فکر لگی رہتی تھی کہ :-

" میرے پاؤں اب قبر میں لٹکے ہوئے ہیں۔ موت سامنے نظر آتی ہے۔ نہ معلوم کس وقت پیغام اجل آکر دنیا و مافیہا سے جدا کر دے اپنے آقا کے حضور ہو کر کیا یہ جواب دوں گا کہ آپ کے خون جگر کے سینچے ہوئے باغ کے درختوں کو میں نے جڑوں سے اکھیڑا۔ کاٹا اور باغ سے باہر پھینک دیا۔ خشک شاخ۔ درخت اور ستے سے جدا ہونے والے بدقسمت۔

بدعہد اور بدکردار تو خود اپنی کیفر کردار کو پہنچیں گے۔ مگر میں کسی کی ٹھوکر کا موجب بننے سے حتی الوسع بچتا اور رکتا ہی رہتا ہوں۔ اس امید پر کہ شاید یہ لوگ اب بھی توبہ کر کے باز آئیں اور اصلاح کریں۔

چنانچہ حضور نے یہ فرماتے ہوئے

" مجھے دوبارہ بیعت لینے کی ضرورت نہیں۔ تم اپنے پہلے معاہدہ پر قائم رہو۔ ایسا نہ ہو کہ نفاق میں مبتلا ہو جاؤ۔ اگر تم مجھ میں کوئی اعوجاج دیکھو۔ تو اس کی استقامت کی دعا سے کوشش کرو۔ مگر یہ گمان نہ کرو کہ تم بڑھے کو آیت یا حدیث یا مرزا صاحب کے کسی قول کے معنے سمجھا لوگے اگر میں گندہ ہوں۔ یوں دعا مانگو کہ

خدا مجھے دنیا سے اٹھا لے۔ پھر دیکھو کہ دعا کس پر اُلٹی پڑتی ہے، توبہ کر دو اور دعا کرو۔ اور پھر دعا کرو۔ میں فروری (سے) گویا نو ماہ سے اس دکھ میں مبتلا ہوں۔۔۔

۔۔۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم تمہاری نسبت نہیں بلکہ اگلے خلیفے کے اختیارات کی نسبت بحث کرتے ہیں۔ مگر تمہیں کیا معلوم کہ وہ ابوبکرؓ اور مرزا صاحب سے بھی بڑھ کر آئے"۔

درگذر فرمایا۔ معافی دیدی۔ اور ستاری اور چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے اخراج از جماعت کے اعلان کو روک لیا۔

یک نہ شد دو شد

قارئین کرام شاید تعجب کریں اور حیرت و استعجاب میں پڑ جائیں گے کہ اتنی عظیم المرتبت ہستیاں، ایثار پیشہ و خدمت گذار شخصیتیں۔ کاروبار سلسلہ کے گویا رکن رکین۔ اور یہ تلون۔ عہد شکنی اور بار بار کی توبہ و بیعت؟ اور مجھے تو خود بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ واقعی یہ تمام لوگ ابتداءً کمال اخلاص و محبت ایثار و قربانی۔ جانثاری و وفاداری کی صفات سے متصف، مزین اور منور تھے۔ ان کے کارہائے نمایاں۔ ان کی خدمات بے مثل۔ وہ یقیناً

صالح تھے اور نیک ارادے رکھتے تھے

خدائے واحد و یگانہ۔ عالم الغیب والشہادہ نے خود اپنے قول سے ان صفات کی تصدیق فرمائی۔ مگر ورا جیسا کہ نقطہ نواز ہے۔ نقطہ گیر بھی ہے۔ ظلم اس کی ذات اقدس کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ لیس اللہ بظلام للعبید۔ مگر ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم بھی نص صریح ہے۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر فرمایا کرتے۔ بلکہ حضور کا تکیہ کلام تھا کہ " الٓمّٓ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون۔ اور کہ حکم خاتمہ اور انجام پر لگا کرتے ہیں"۔

الوصیت حضرت اقدس نے ارقام فرمائی۔ مسودہ خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب دونوں کو پڑھنے اور قانونی نگاہ سے غور کرنے کو دیا۔ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ہمارے محترم حضرت مولانا مولوی سید سرور شاہ صاحب اسی حجرہ میں جمع تھے۔ مسودہ پڑھا گیا۔ اور سبھی نے سن لیا۔ اور پھر اپنے اپنے مشاغل میں معروف ہو گئے۔

(باقی صٹ کالم نمبر ۳ کے نیچے ملاحظہ فرمائیں)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف غیر مسلموں کی زبان سے

(۲)

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے — کہ وہ کوئے صنم کا رہنما ہے

از مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل

اس مضمون کی پہلی قسط ۷ ر مارچ کے پرچہ میں شائع ہو چکی ہے تسلسل کے لئے اس کو ملاحظہ فرمایا جائے۔ (ایڈیٹر)

پروفیسر کے ایم منترا۔ ایم۔ اے۔ ایم۔ آر۔ ایس پروفیسر السنہ مشرقیہ دیال سنگھ کالج لاہور نے انگریزی زبان میں "پرافٹ آف اسلام" کے عنوان سے جو کچھ لکھا ملخص کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے۔ ناظرین پڑھیں اور مضمون نگار کی وسعت علم اور اظہار حق کی داد دیں :-

" میں تمہاری طرح انسان ہوں۔ جب دین کے متعلق تمہیں کوئی حکم دوں تو اس پر کاربند ہو جاؤ۔ اور جب دنیاوی معاملات کے متعلق کسی چیز کے کرنے کو کہوں تو اس وقت میں ایک بشر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا"۔ (حدیث)

سارے عرب کی تاریخ میں کوئی ستارہ اتنا بلند، اتنا پرشوکت مگر نہایت سادہ سوائے پیغمبر اسلام کے نظر نہیں آتا۔ آپ کی پیدائش ایسے وقت میں ہوئی جب اہل عرب کی مذہبی زندگی ذلیل ترین صورت اختیار کر چکی تھی۔ اُن کی سیاسی حالت بگڑ چکی تھی، اور ان کی اکثریت بداخلاقی میں مبتلا ہو چکی تھی۔ جب مذہب سے لوگ بالکل بے بہرہ ہو چکے تھے اور ستارہ پرستی، سنگ پرستی اور دیگر مناظر قدرت کی پرستش انسانی زندگی کا جزو لاینفک بن چکے تھے۔

بچپن اور نوجوانی

چھ سال کی عمر میں عرب کا وہ روشن ستارہ والدین کی آغوش شفقت سے محروم ہو چکا تھا۔ اپنے چچا کے گھر میں پرورش پا کر یہ سیاہ اور چمکدار آنکھوں والا بچہ نہایت متین اور سمجھدار ہو گیا وہ ہر وقت سوچتا رہتا تھا اور اُمید ہر بار اس کے خیالات کو ایک نئی روح بخشتی تھی۔ وہ قدرت کے لاینحل پیچیدگیوں کو نظر تعمق سے دیکھتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ نوجوان فلسفی قدرت کی آبیادیوں اور سبق آموزیوں سے تربیت پا کر عقل و دانش میں بالغ النظر بن گیا۔ ہر چند وہ دنیاوی تعلیم سے محروم ہو چکا تھا۔ تاہم قدرت کے ہر ذرے سے کچھ نہ کچھ نتیجہ ضرور اخذ کرتا تھا۔ قدرت کا ادنیٰ ترین منظر بھی اپنے پہلو میں ایک عجیب سبق رکھتا تھا جس سے عرب کا یہ روشن ستارہ حصہ گیر ہوتا تھا۔ ہر پتے کے منہ میں زبان تھی۔ جو اس کے لئے کچھ نہ کچھ نئی چیز بیان کرتی تھی۔ ندی کے میٹھے میٹھے راگ۔ ہوا کی سرسراہٹ غرض قدرت کا ہر منظر اس کے لئے کتاب عبرت تھا عرب کا یہ نوجوان پیغمبر تلاش حق میں مضطرب ہو کر اکثر کہا کرتا تھا کہ :-

کیا یہ نیلا آسمان کعبہ کے ان بے حس و حرکت بتوں نے بنایا ہے آخر آسمان کی وسیع فضا کا خالق کون ہے؟ کیا یہ پتھر ہیں؟ نہیں! کیا چاند جیسی خوبصورت چیز انہی کی پیدا کردہ ہے؟ ہرگز نہیں!

حضرت خدیجہؓ سے نکاح

۲۵ سال کی عمر میں آپ کی دیانتداری۔ حق پسندی اور جفاکشی دور و نزدیک مشہور ہو گئی۔ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے اپنی تجارت کے تمام کاروبار آپ کے سپرد کر دیئے۔ آپ ایک کاروان کے ساتھ شام پہنچے۔ اور جب تجارت سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ واپس لوٹے تو اس متمول بیوہ نے اپنی ہمشیرہ کو اس درخواست کے ساتھ آپ کی خدمت اقدس میں بھیجا کہ خدیجہ آپ سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ آپ نے اس درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور تھوڑے

ہی عرصہ میں آپ کی شادی حضرت خدیجہؓ سے ہوگئی حضرت خدیجہؓ کی عمر آپ سے پندرہ برس زیادہ تھی لیکن یہ اس کی ہمت ہی تھی جو ابتدائی ایام نبوت میں آپ کی پشت پناہی کرتی رہی۔ اور یہی وہ ایام نیک تھے جس کی یاد تاعمر آپ کے دل میں تازہ رہی۔

غارِ حرا میں خلوت گزینی

اب وہ وقت آیا کہ آپ دنیاوی علائق سے یکسوئی اختیار کرکے ہمہ تن جستجوئے حق میں مستغرق رہنے لگے۔ آپ کے مذہبی عقائد ایک خاص مرکز کی طرف عود کر رہے تھے۔ اور آپ کا اکثر بیشتر حصۂ وقت تنہائی میں مذہبی مسائل پر غور کرنے میں صرف ہوتا تھا۔

چند سال بعد عرب کا یہ نامور فرزند اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھامے غار حرا کو منور کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ سورج پوری دمک اور حرارت کے ساتھ چمک رہا ہے۔ آسمان پر ہر ایک پرندہ جائے امن تلاش کر رہا ہے۔ ہر جاندار چرند اپنے اپنے مکان پر مقیم ہے۔ آہستہ آہستہ سورج غروب ہونے لگا اور شفق مغرب کچھ عجیب وغریب دلفریبیاں پیدا کرنے لگی۔ اب رات کی گہری سیاہ تاریکی دنیا پر اپنا سایہ ڈال رہی ہے۔ بڑھتے بڑھتے اس نے تمام عالم کو محیط کرلیا۔ اور رات ہوگئی۔ مگر اس وقت بھی دنیا کا یہ مصلح اعظم غارِ حرا میں بیٹھا کسی گہری سوچ میں مستغرق نظر آتا ہے۔ یہ لیلۃ القدر ہے

پہلی آسمانی آواز

یکایک اس نوجوان کے کانوں میں ایک عجیب سی آواز سنائی دیتی ہے۔ تمام پہاڑ گونج اٹھتے ہیں۔ دنیا ہل جاتی ہے۔ درخت جھک جاتے ہیں آواز پھر بلند ہوتی ہے۔ اور حکم ہوتا ہے "پڑھ"۔ جس کے جواب میں محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نہیں پڑھ سکتا۔ آواز کہتی ہے کہ:-

اقرأ باسم ربك الذي خلق۔ خلق الانسان من علق۔ اقرأ و ربك الاكرم الذي علم بالقلم علم الانسان ما لم يعلم۔

کانوں میں یہ آواز گونج رہی ہے کہ آپ خداوند تعالےٰ کے سچے نبی اور اس کے پیغمبر ہیں۔ اس طرح آپ کو پہلا مرتبہ الہام ہوا جس کا ترجمہ موجودہ [illegible] اس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ پہلی دفعہ آپ کو یقین ہوا کہ آپ کو ایک خاص مشن پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے۔ یعنی انسانوں کو گناہوں کے لوث سے پاک صاف کرنا۔ ان کے ذاتی نزاعات کو مٹانا ان کے کانوں میں باری تعالےٰ کا پیغام پہنچانا اور اسے اہل علم کے سامنے پیش کرنا۔

دوسری آسمانی آواز

جس وقت آپ کے ہوش برقرار ہوئے۔ تو گھر کا رُخ کیا۔ ایک خاص بے چینی کی حالت آپ کو احاطہ کئے ہوئے تھی۔ آپ بالکل خاموش تھے۔ آپ کی زبان بالکل بے حس تھی۔ دل خوف کے مارے کانپ رہا تھا۔ اور آپ اس نظارہ صداقت پر غور وخوض کر رہے تھے۔ آپ نے اپنے آپ کو کمبل میں لپیٹ لیا پھر اسی آواز نے آپ کو چونکا دیا کہ:-

يا ايها المدثر قم فانذر (سورہ ۷۴)

آپ کا چہرہ سُرخ ہوگیا اور پسینے کے قطرے آپ کے بدن پر بہنے لگے۔

حضرت خدیجہؓ کا استفسار

حضرت خدیجہؓ نے یہ منظر دیکھ کر آپ سے سوال کیا کہ یہ کیا ہے؟ آپ کو کیا ہوگیا؟ کیا آپ نے کوئی چیز دیکھی ہے؟ دنیا کا یہ مصلح اعظم رو پڑا اور تمام واقعات سنا دیئے۔ خدیجہؓ نہایت غور وخوض سے آپ کی باتیں سنتی رہیں۔ اور جس وقت آپ نے اپنا بیان ختم کیا۔ تو بولیں خوش ہو جیئے! اے میرے شوہر خوش ہو جیئے۔ خداوند تعالےٰ نے آپ کو اپنا نبی انتخاب کیا ہے۔ اُٹھیئے اس کا شکریہ ادا کیجئے میاں بیوی نے مل کر اس خدائے قدوس کا شکریہ ادا کیا۔ اور اُن کے دل بالکل مطمئن ہوگئے۔

مشن پر ثابت قدمی

اب پیغمبر اسلام کے لئے ایک نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ جو تکلیفات ومصائب سے پُر تھی مکہ کی سرزمین نے کئی سال تک اس مشہور ضرب المثل کا ثبوت دیا کہ پیغمبر کی قدر اپنے وطن میں نہیں ہوتی آپ کے بہت سے احباب نے آپ کو کاہن، جادوگر، شاعر اور سفیہ کے القاب سے ملقب کیا۔ لیکن دنیا کی کوئی طاقت نہ آپ کے ارادہ کو بدل سکتی تھی۔ اور نہ بدل سکی جب آپکے چچا ابوطالب نے آپ سے اس امر کی التجا کی کہ آپ اہل مکہ میں تبلیغ کا کام چھوڑ دیں۔ تاکہ ان تمام نزاعات کا قلع قمع ہوجائے جو اس سے پیدا ہو رہے ہیں۔ تو آپ نے صاف کہہ دیا کہ اگر وہ سورج میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند میرے بائیں ہاتھ میں بھی دے دیں تو بھی میں اپنے مشن سے باز نہیں آؤں گا۔

پیرووں کی ترقی

آپ کے پیروکاروں کی جماعت آہستہ آہستہ ترقی کرتی گئی۔ مومنین میں خدیجہؓ اور علی کرم اللہ وجہہٗ کا نمبر سب سے اول ہے۔ ان کے بعد ابوبکر صدیقؓ جن کی پاکدامنی اور دیانتداری ضرب المثل ہے آپ پر ایمان لائے۔ لیکن آپ پر ایمان لانے والوں میں حضرت عمرؓ یعنی عالم اسلام کے "سینٹ پیٹر" خاص امتیاز رکھتے ہیں۔

فاروق اعظمؓ کا اسلام لانا

فاروق اعظمؓ کے ایمان لانے کی کہانی نہایت دلچسپ ہے۔ وہ پیغمبر اسلام کی کامیابی سے جھلا کر اور ننگی تلوار ہاتھ میں لے کر آپ کے قتل کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ ایک شخص پوچھتا ہے کہ اے عمر کہاں جا رہے ہو؟ جواب دیتے ہیں کہ پیغمبر اسلام کو قتل کرنے کے لئے۔ اُس نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ اس مکالمے سے بھڑک اٹھتے ہیں اور وہیں سے گھر کا رُخ کرتے ہیں۔ وہ اپنے بہنوئی اور بہن کو قرآن شریف پڑھتے ہوئے سنتے ہیں اور غصہ سے بیتاب ہوکر اپنے بہنوئی پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ آپ کی بہن خاوند کو چھڑانے کے لئے آڑے آتی ہے وہ بھی عمرؓ کے ہاتھ سے مجروح ہوتی ہے جس پر وہ کہتی ہے کہ ہاں! ہم حلقۂ اسلام کانوں میں ڈال چکے ہیں۔ ہم خدا تعالےٰ اور اس کے پیغمبر پر ایمان لا چکے ہیں تم سے جو کچھ ہو سکے کرگزرو۔ عمرؓ کا دل اپنی بہن کا بہتا ہوا خون دیکھ کر پسیجتا ہے۔ اور وہ ان سے التجا کرتے ہیں جو چیز وہ پڑھ رہے تھے انہیں دکھائیں۔ چنانچہ وہ سورہ طٰہٰ کی چند آیات حضرت عمرؓ کے سپرد کرتے ہیں۔ جنہیں پڑھ کر وہ فرماتے ہیں "کیا اعلےٰ اور ارفع کلام ہے"۔ ان آیات سے متاثر ہو کر وہ پیغمبر اسلام کی طرف جاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ اے میرے آقا! میرے مولا! مجھے اپنی آغوش میں لے لیجئے۔"

(باقی)

بقیہ از صفحہ ۹ خواجہ صاحب نے اس کو پھر پڑھا اور غور کیا۔ بار بار پڑھا۔ اور گہری سوچ بچار کے بعد بول اُٹھے

واہ او مرزایا

مولوی محمد علی صاحب کچھ لکھنے میں مصروف تھے وہ لکھتے اور اپنے کام میں لگ رہے۔ خواجہ صاحب سے نہ رہا گیا اور پھر بولے کہ:-

"مجھے سمجھ آگئی ہے اور ان کو (مولوی محمد علی صاحب کو) نہیں آئی۔ مرزا صاحب نے تمہاری سلطنت قائم کر دی۔ نہ صرف حاکمانہ بلکہ مالکانہ حقوق و اختیارات قائم کر دیئے ہیں۔ اب اس سے فائدہ اُٹھانا آپ کی عقلمندی اور حسن تدبیر پر منحصر ہے۔ مرزا صاحب نے اپنا کام کر دیا۔ اب یہ آپ کا کام ہے۔ کہ اس کو ورثہ در گدی نہ بننے دیں۔ اور کما حقہٗ فائدہ حاصل کریں۔"

(باقی آئندہ)

لائبریریوں کیلئے اخبار "بدر"

از جناب ناظر صاحب دعوۃ وتبلیغ قادیان

مدارس و کالج کے طلباء اور عوام الناس لائبریریوں اور ریڈنگ روموں میں علمی استفادہ کی خاطر آمد ورفت رکھتے ہیں۔ ہم ایسے دار المطالعہ اور لائبریریوں میں اخبار "بدر" جاری کرا کے کم سے کم خرچ سے زیادہ سے زیادہ تبلیغ کرسکتے ہیں۔ صرف قادیان میں ہی تین اخبارات درکار ہیں۔ مضافات اور پنجاب بلکہ ہندوستان بھر میں جس قدر اخبارات لائبریریوں وغیرہ میں رکھے جا سکتے ہیں ظاہر ہے۔ فی الحال ایک سو پرچوں کے اجراء کی تحریک کی جاتی ہے۔ قادیان و نواح کے پانچ کالج و مدارس میں پرچے جاری کئے جا رہے ہیں خاکسار نے تین مکرم مرزا بشیر احمد صاحب درویش اور مکرم مرزا برکت علی صاحب آف اباداں نے ایک ایک پرچہ کی قیمت مہیا کرنا اپنے ذمہ لی ہے دیگر احباب کرام کو اس کارِ خیر کے لئے تحریک کی جاتی ہے۔

وصیتیں

نوٹ:- وصایا منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی موصی یا اس کے رشتہ دار کو کسی قسم کا اعتراض ہو تو دفتر میں اطلاع کر دے۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

نمبر ۱۳۰۴۶ ق ۔ منکہ اختری بیگم صاحبہ زوجہ انوار محمد صاحب عمر ۲۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۴۷ء ساکن راٹھ ضلع ہمیرپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲۷/۱/۵۰ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں -

میری اسوقت جائیداد زیور قیمت ۲۰۰ روپیہ اور حق مہر ۵۰۰ روپیہ کل ۷۰۰ روپے ہے اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں - میری وفات پر بھی جس قدر منقولہ و غیر منقولہ جائیداد ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی - فقط

گواہ شد	گواہ شد	الامتہ
انوار محمد احمدی ۲۷ جنوری ۱۹۵۰ء	غلام احمد ارشد انسپکٹر بیت المال	اختری بیگم خود

نمبر ۱۳۰۴۵ ق ۔ منکہ عشرتی بیگم زوجہ اسرار محمد صاحب عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت ۲۷ جنوری ۱۹۵۰ء ساکن راٹھ ضلع ہمیرپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۵۰ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں -

میری اس وقت جائداد زیور ۲۰۰ روپے اور حق مہر ۵۰۰ روپیہ کل ۷۰۰ روپیہ ہے - اس کے ۱/۱۰ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں - میری وفات پر بھی جس قدر منقولہ و غیر منقولہ جائداد ثابت ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی - فقط

گواہ شد	گواہ شد	الامتہ
اسرار محمد احمدی سکرٹری مال	غلام احمد انسپکٹر بیت المال ۲۹/۱/۵۰	عشرتی بیگم بقلم خود

نمبر ۱۳۰۲۱ ق ۔ منکہ محمودہ اختر زوجہ میر رفیع احمد صاحب عمر ۱۶ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور - بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۵/۸/۱۹ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں

(۱) کانٹے طلائی چودہ ماشے ۔۔۔۔ ۱۳۵ روپے
(۲) ٹکہ طلائی نو ماشے ۔۔۔۔ ۸۵ "
(۳) انگوٹھی طلائی چار ماشے ۔۔۔۔ ۴۰ "
(۴) انگوٹھی طلائی چار ماشے ۔۔۔۔ ۴۰ "
(۵) پازیب چاندی ۱۵ تولہ ۔۔۔۔ ۳۰ "
(۶) حق مہر جو بذمہ خاوند ہے ۔۔۔۔ ۵۰۰ "

میزان ۸۳۰ "

میں اپنی مندرجہ بالا کل جائیداد ۸۳۰ روپے کے ۱/۸ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں - میری وفات پر بھی جس قدر جائداد ثابت ہو اس کے ۱/۸ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی - میں اپنی آمد اور کمی بیشی کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہونگی

گواہ شد	گواہ شد	الامتہ
حافظ سعادت علی واقف موصی ۲/۸/۵۱	میر رفیع احمد درویش ۸/۵/۱۹	محمودہ اختر ۸/۵/۱۹

نمبر ۱۳۰۲۵ ق منکہ اختری جہاں بیگم زوجہ محمد امین خاں صاحب عمر ۴۱ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۴ء ساکن شاہجہانپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ...

حسب ذیل وصیت کرتی ہوں -

میری جائداد کوئی نہیں - میرا حق مہر ۵۰۰ روپیہ ہے اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں - میری وفات پر جس قدر جائداد ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی -

گواہ شد	الامتہ	گواہ شد
محمد امین	نشان انگوٹھا اختر جہاں بیگم	غلام احمد ارشد انسپکٹر بیت المال ۷/۱۱/۴۹

نمبر ۱۳۰۲۷ ق ۔ منکہ آمنہ خاتون بیوہ نذیر الحق صاحب عمر ۷۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۳ء ساکن بھاگلپور سٹی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۵۰ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں -

میری کوئی جائداد نہیں میرا گذارہ میری ماہوار آمد جو کہ مجھے اپنے لڑکے کی طرف سے ۲۵ روپے ماہوار ملتے ہیں - ان کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں میری وفات پر اگر کوئی جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی -

نشان انگوٹھا آمنہ خاتون بیوہ نذیر الحق صاحب بھاگلپوری

گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد
عبد الستار شاہد مبلغ سلسلہ احمدیہ ۲۰/۸/۵۱	ابو الحسن ۲۰/۸/۵۰	عبد الحلیم سکرٹری مال ۲۰/۸/۵۰

نمبر ۱۳۰۷۵ ق منکہ ام الورع زوجہ محبوب الحسن صاحب عمر ۳۸ سال تاریخ بیعت ۱۰ جون ۱۹۲۳ء ساکن بھاگلپور سٹی صوبہ بہار بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲۰/۸/۵۰ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں -

اس وقت میری کوئی جائداد نہیں - میری ماہوار آمد ۱۰ روپے ہے - جو میرے خاوند محترم کی طرف سے اخراجات کے لئے مجھے ملتے ہیں - میں اپنی آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں - میں اپنی آمد کی کمی بیشی کی اطلاع مجلس کارپرداز میں دیتی رہوں گی - میری وفات پر بھی جس قدر جائداد ثابت ہو - اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی -

الامتہ بقلم خود ام الورع زوجہ محبوب الحسن وکیل ساکن بھاگلپور سٹی صوبہ بہار ۲۰ اگست ۱۹۵۰ء -

گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد
عبد الستار شاہد ۲۰/۸/۵۰	ابو الحسن ریٹائرڈ ملٹری افسر ربانی کوٹھی بھاگلپور سٹی ۲۰/۸/۵۰	عبد الحلیم بقلم خود سکرٹری مال بھاگلپور سٹی ۲۰/۸/۵۰

سیدۃ النساء حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاءھا کی تشویشناک علالت

قادیان ۲۶ مارچ - ابھی ابھی بذریعہ تار حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے اطلاع دی ہے کہ حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاءھا شدید طور پر علیل ہیں - بیماری کی تفصیل کا علم نہیں ہو سکا - احباب خاص طور پر حضرت ممدوحہ کی صحت اور درازی عمر کے لئے دعا فرمائیں اور صدقات کریں -

بھارت واسیوں کے نام ایک پیارا سندیش

پرماتما نے اس دنیا کو ایک خاص تنظیم اور یک رنگی اور ترتیب سے پیدا کیا ہے۔ یہ خوبیاں صرف اشرف المخلوقات انسان میں ہی نہیں پائی جاتیں بلکہ جانوروں، نباتات اور جمادات میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اور جوں جوں ہم قانون قدرت اور فطرت کا گہرا مطالعہ کرتے ہیں۔ یہ تنظیم اور ترتیب زیادہ نمایاں طور پر ہمارے سامنے آتی ہے۔

جس طرح خدا تعالےٰ کا جسمانی سلسلہ ایک باقاعدہ تنظیم اور ترتیب رکھتا ہے۔ اور اس میں ہر طبعی ضرورت اور تقاضا پورا ہوتا ہے اسی طرح اس کا روحانی سلسلہ بھی ایک شاندار نظام اور محکم ترتیب رکھتا ہے۔ اور پرماتما کا رحم اور کرم صرف ایک ملک یا قوم میں نہیں بلکہ دنیا کے تمام خطوں۔ ملکوں اور قوموں میں اس روحانی نظام اور قانون کو پیش کر رہا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی تمام قوموں اور ملکوں میں ضرورت کے ماتحت نبیوں۔ ولیوں۔ رشیوں اور اوتاروں کا وجود نظر آتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے ان کو بھیجتے ہوئے مشرق و مغرب میں فرق نہیں کیا اور نہ ہی سیاہ و سفید اور کالے گورے کی تمیز کی ہے اور نہ ہی مذہبی لحاظ سے کسی کی پاسداری کا لحاظ کیا ہے۔ بلکہ جب بھی کسی قوم میں ادھرم کا دور دورہ ہوا اور دھرم اور راستی خطرے میں پڑی اور اہل دنیا گناہ اور پاپ میں ملوث ہو گئے تو خدا کی رحمت جوش میں آ کر کوئی نہ کوئی اوتار رشی یا پیغمبر ظاہر ہوا۔

یہ پیغمبر و اوتار ایک ہی بالا ہستی کی طرف سے بھیجے ہوئے اور ان کا منبع اور سرچشمہ ایک ہی ہے اسی طرح جملہ مذاہب کے پیرو دراصل آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اگر اس حقیقت کو سمجھ لیا جائے اور جملہ مذاہب کے پیغمبروں اور پیشواؤں کی عزت و توقیر کی جائے۔ تو آپس میں محبت و پیار کا ایک نہ ٹوٹنے والا رشتہ قائم ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک شخص دوسرے کے باپ کی عزت کرتا ہے۔ تو ضروری ہے کہ دوسرا شخص بھی پہلے کے باپ کی عزت کرے اور مذہبی لحاظ سے بھی روحانی بزرگوں کی عزت کرنے کا یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ اور اسی طریق پر ملک کے اندر کے فسادات دور ہو کر ہمارا ملک و قوم ترقی و بلندی کے اعلےٰ مقام پر پہنچ سکتے ہیں۔

اس ضمن میں میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے آخری پیغام کا ایک ضروری حصہ آپ دوستوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ یہ وہ پیغام ہے۔ جو آپ نے مئی ۱۹۰۸ء میں تحریر فرمایا اور پیغام صلح کے نام سے شائع شدہ ہے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں:-

"خدا کا فیضان عام ہے جو تمام ملکوں اور زمانوں پر محیط ہو رہا ہے۔ یہ اس لئے ہوا تا کہ کسی قوم کو شکایت کرنے کا موقع نہ ملے اور یہ نہ کہیں کہ خدا نے فلاں فلاں قوم پر احسان کیا مگر ہم پر نہ کیا ......

پس جب ہمارے خدا کے یہ اخلاق ہیں تو ہمیں مناسب ہے کہ ہم بھی ان اخلاق کی پیروی اور اتباع کریں یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ اتفاق ایک ایسی چیز ہے کہ وہ بلائیں جو کسی طرح دور نہیں ہو سکتیں اور وہ مشکلات جو کسی طرح حل نہیں ہو سکتیں وہ اتفاق سے حل ہو جاتی ہیں۔ پس ایک عقل مند سے بعید ہے کہ وہ اتفاق کی برکتوں سے اپنے تئیں محروم رکھے۔ ہندو اور مسلمان اس ملک میں ایسی دو قومیں ہیں کہ یہ خیال محال ہے کہ کسی وقت مثلاً ہندو جمع ہو کر مسلمانوں کو اس ملک سے نکال دیں گے۔ یا مسلمان اکٹھے ہو کر ہندوؤں کو جلا وطن کر دیں گے ایک قوم دوسری قوم کو محض اپنے نفسانی تکبر اور نخوت سے حقیر کرنا چاہے گی تو وہ بھی داغ حقارت سے نہیں بچے گی۔ اور اگر کوئی ان میں سے اپنے پڑوسی کی ہمدردی میں قاصر ہے تو اس کا نقصان وہ آپ بھی اٹھائے گا جو شخص تم دونوں قوموں میں سے دوسری قوم کی تباہی کی فکر میں ہے اس کی اس شخص کی مثال ہے جو ایک شاخ پر بیٹھ کر اس کو کاٹتا ہے۔ آپ لوگ بفضلہ تعالیٰ تعلیم یافتہ بھی ہو گئے اب کینوں کو چھوڑ کر محبت میں ترقی کرنا زیبا ہے۔ اور بے مہری کو چھوڑ کر ہمدردی اختیار کرنا آپ کی عقل مندی کے مناسب حال ہے۔ دنیا کی مشکلات بھی ایک ریگستان کا سفر ہے۔ جو عین گرمی اور تمازت آفتاب کے وقت کیا جاتا ہے۔ پس اس دشوار گذار راہ کیلئے باہمی اتفاق کے اس سرد پانی کی ضرورت ہے جو اس جلتی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کر دے۔ اور نیز پیاس کے وقت گرمی سے بچا لے۔

ایسے وقت میں یہ راقم آپ کو صلح کے لئے بلاتا ہے کہ دونوں قوموں کو صلح کی بہت ضرورت ہے۔ دنیا پر طرح طرح کے ابتلاء نازل ہو رہے ہیں۔ زلزلے آ رہے ہیں قحط پڑ رہے ہیں اور طاعون نے بھی ابھی پیچھا نہیں چھوڑا اور جو کچھ خدا تعالےٰ نے مجھے خبر دی ہے۔ وہ بھی یہی ہے کہ اگر دنیا اپنی بدعملی سے باز نہیں آئے گی اور برے کاموں سے توبہ نہیں کرے گی تو دنیا پر سخت سخت بلائیں آئیں گی۔ اور ایک بلا ابھی بس نہیں کرے گی کہ دوسری بلا ظاہر ہو جائے گی۔ اور آخر انسان نہایت تنگ ہو جائیں گے کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیرے مصیبتوں کے بیچ میں آ کر دیوانوں کی طرح ہو جائیں گے سو اے ہموطن بھائیو! قبل اس کے کہ وہ دن آویں ہوشیار ہو جاؤ اور چاہیئے کہ ہندو مسلمان باہم صلح کریں اور جس میں کوئی زیادتی ہے جو صلح کی مانع ہو اس زیادتی کو وہ قوم چھوڑ دے ورنہ باہم عداوت کا تمام گناہ اس قوم کی گردن پر ہو گا۔"

(پیغام صلح صفحہ ۲۸ و ۲۹)

ہم مسلمان بھی ہم جنابِ پرماتما کی تعلیم کے ماتحت جو اس نے قرآن کریم میں دی ہے۔ یعنی **اٰمنوا باللّٰہ ورسلہ** جس کے معنی ہیں اے لوگو اگر تم دنیا میں امن و شانتی پیدا کرنا چاہتے ہو۔ اور پرماتما کی تعلیم پر صحیح طور پر ایمان لانا چاہتے ہو تو نہ صرف یہ کہ خدا کی ہستی پر اور اس کی کامل صفات پر یقین و ایمان رکھو۔ بلکہ اس کے تمام پیغمبروں اور اوتاروں پر خواہ وہ عرب میں پیدا ہوئے ہوں یا ہندوستان و ایران میں افریقہ میں پیدا ہوئے ہوں یا یورپ امریکہ میں ایمان لاؤ۔ سب پیغمبروں اور اوتاروں کو مانتے ہیں اور ان کی عزت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ہم اپنے ہندو اور سکھ، عیسائی اور پارسی بھائیوں سے بھی پرارتھنا کرتے ہیں کہ وہ بھی اس صلح کل اور پر امن تعلیم پر عمل کریں اور ملک میں اتحاد و اتفاق اور یکرنگی پیدا کرنے کے لئے ایک دوسرے کے بزرگوں اور مذہبی پیشواؤں کو سچا سمجھ کر ان کی عزت و توقیر کریں۔

اسی طرح اسلام کی ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ دوسروں کی عبادت گاہوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھو اور ان کی حفاظت کرو۔ اگر اس اسلامی اصول پر تمام لوگ عمل کریں اور جو مسلمانوں یا غیر مسلموں سے اس بارہ میں غلطی ہوئی ہے۔ وہ اس کا تدارک کریں تو آپس میں نفرت اور دشمنی کی ایک بڑی وجہ دور ہو سکتی ہے۔

حضرت بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **الخلق عیال اللّٰہ فاحب الخلق الی اللّٰہ من احسن الیٰ عیالہٖ** کہ مخلوق خدا اللہ تعالیٰ کی عیال ہے پس لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جو خدا کے عیال کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ آؤ ہم اس تعلیم پر عمل کرتے ہوئے مذہب۔ قوم اور وطن کی تقسیم سے بالا ہو کر آپس میں اتحاد و اتفاق کو ترقی دیں تا کہ دنیا سکھ اور چین کی زندگی بسر کرے اور جو جو مشکلات اور دقتیں ہمارے ملک کی ترقی میں روک ہیں وہ دور ہو جائیں۔ بھائیو! یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ ملک امن اور صلح میں جس طرح ترقی کر سکتا ہے اور سکھ اور چین سے رہ سکتا ہے اس طرح فساد اور بدامنی میں نہیں رہ سکتا۔ پس آؤ ہم دوسری سب باتوں پر صلح اور اتحاد و اتفاق محبت و پیار کو ترجیح دیں اور اپنے ملک کو دوسرے ملکوں کی صف میں اونچا کریں۔

خاکسار

شہامت علی متعلم جامعۃ المبشرین قادیان